ہر سُنّی مسلمان کی بنیادی ضرورت

آئینۂ صداقت

مُصنّف

اُستاذ العلماء حضرت علامہ الحافظ خوشی محمد صاحب نقشبندی مجددی

الناشر

الحافظ محمد آصف علی سیال

۷۸۶

ہر سُنّی مسلمان کی بنیادی ضرورت

اسے ضرور پڑھیئے

آئینہ صداقت

مصنّف

عالم اجل فاضل بے بدل اُستاذ العلماء حضرت علامہ الحافظ خوشی محمّد صاحب نقشبندی مجددی بانی مدرسہ فیض العلوم حنفیہ نقشبندیہ کوٹ راد ھاکشن ضلع قصور

ملنے کا پتہ

حافظ حاجی محمّد فیض احمد نقشبندی
مدرسہ فیض العلوم حنفیہ نقشبندیہ کوٹ رادھا کشن ضلع قصور

نام کتاب ــــــــ آئینہ صداقت
مصنف ــــــــ حضرت علامہ حافظ خوشی محمد صاحب نقشبندی مجددی
پروف ریڈنگ ــــــــ الحافظ محمد آصف علی سیال
کتابت ــــــــ محمد امین قصوری حزب الاحناف لاہور
مطبع ــــــــ اُردو آرٹ پریس لاہور
تعداد ــــــــ ایک ہزار
ناشر ــــــــ الحافظ محمد آصف علی سیال
قیمت ــــــــ

فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

دیباچہ

حمد و نعت کے بعد خادم اہلِ سُنّت حافظ **خوشی محمد** اَیَّدُہُ اللّٰہ تعالیٰ ساکن نیلے عرض کرتا ہے کہ ہر مذہب والا اپنے مذہبی اصول سے اچھی طرح واقف ہے۔ مگر سُنی اپنے مذہبی عقائد کو بالکل بھول چکے ہیں۔ ایمان کے ڈاکو، مولویوں اور پیروں کی شکل میں بغلوں میں کتابیں دبائے ہوئے ریلوں، موٹروں اور دکانوں پہ بلکہ ہر گلی ہر کوچہ میں پھر رہے ہیں۔ ہمارے بعض سُنی بھائی جو اپنے مذہب سے بالکل بے خبر ہیں۔ ان کی شکل و صورت دیکھ کر ان کی چکنی چپڑی باتوں میں آجاتے ہیں اور اپنے ایمان کی جڑوں کو کھوکھلا کر بیٹھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ علماء اہلِ سُنّت نے عقائد کے متعلق بڑی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں۔ لیکن سُنی مسلمانوں

کے پاس اتنا وقت کہاں کہ وہ ان کا مطالعہ کر سکیں۔ عاجز نے اس چھوٹے سے رسالہ میں چند ضروری عقائد اہلِ سُنّت کے جمع کر دیئے ہیں۔ امید ہے کہ سُنّی دوست اس کو دیکھنے کی تکلیف گوارا کریں گے اور عاجز کے لیے دعائے مغفرت بھی کریں گے۔

میں اس رسالہ کا نام "آئینہ صداقت" رکھتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ اس کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور میرے لیے ذریعہ نجات کرے۔ آمین۔

پہلا باب

سچے مذہب کی پہچان قرآن و حدیث کی روشنی میں

یوں تو ہر مذہب والا اپنے مذہب کی سچائی پر دلیلیں بیان کرتا ہے یہاں تک کہ جو لوگ سب سے نیچے سمجھے جاتے ہیں وہ بھی اپنے مذہب کو جھوٹا نہیں سمجھتے لیکن قرآن و حدیث کی سیر کرنے سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ سچا مذہب اہلِ سُنّت کا ہے اب اسی کے متعلق کچھ دلائل پیش کرتا ہوں بغور پڑھیئے :۔

اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ پارہ پانچ رکوع ۸ میں فرماتا ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ۝

اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تمہارے اوپر اور مہربانی اسکی البتہ پیروی کرتے تم شیطان کی مگر تھوڑے

خلاصہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہٗ فرماتا ہے کہ اے لوگو ! اگر میرا فضل اور رحمت تم پر نہ ہوتی، تو تم میں سے تھوڑے آدمی شیطان کی پیروی سے بچتے۔ ورنہ بہت سے لوگ اس کے پیچھے لگ جاتے نتیجہ یہ ہوا کہ خدا کے فضل سے بڑی جماعت شیطان کی پیروی سے

بچ گئی اور یہ بات سورج سے زیادہ روشن ہے کہ بڑی جماعت اہلسنّت کی ہے۔ اب ماننا پڑے گا کہ سچا مذہب اہل سُنّت کا ہے۔

دلیل (۲) پارہ ۵، پاؤ چوتھا۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا

(پ ۵، ع ۱۳)

اور جو کوئی بے خلاف کرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے، پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوئی واسطے اس کے ہدایت اور پیروی کرے سوائے راہ مسلمانوں کے، تو متوجہ کریں گے ہم اسکو جدھر توجہ ہوا ہے اور داخل کریں گے ہم اس کو دوزخ بیں اور بری بات ہے جگہ پھر جانے کی۔

اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جو کوئی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کرکے، مومنوں کا رستہ چھوڑ کر نئی راہ نکالے وہ دوزخ میں ڈالا جائے گا۔ یہاں مومنوں سے مراد اہل سُنّت ہیں، جو چودہ سو سال سے چلے آرہے ہیں اور نئی راہ نکالنے والوں سے دوسری جماعتیں مراد ہیں کیونکہ یہ ساری اہل سنت سے ہی کٹ کر نئی نئی لائنوں پر چل رہی ہیں کسی کا دادا اہل سنت تھا اور کسی کا باپ۔ کوئی خود پہلے سُنی تھا، پھر کسی لالچ میں آکر اس مذہب حق کو چھوڑ کر بد مذہب ہو گیا، غرض یہ کہ کسی جماعت کو نکلے ایک سو سال ہوا، کسی کو پچاس برس گزرے ہیں

نیز کئی جماعتیں پیدا ہو کر نیست و نابود ہو گئی ہیں۔ مگر اس بڑی جماعت کی تعداد میں کچھ فرق نہ آیا۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت، مجدد مأتہ حاضرہ رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

مٹ گئے، مٹتے ہیں، مٹ جائیں گے دشمن تیرے
نہ مٹا ہے، نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

دلیل (۳): پارہ ۲۸، رکوع ۴

وَالَّذِیْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝

اور وہ لوگ جو آئے ان کے پیچھے عرض کرتے ہیں اے رب ہمارے بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو وہ جو ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گزرے اور نہ کر ہمارے دلوں میں کینہ ان لوگوں کی طرف سے جو ایمان لائے اے رب ہمارے بیشک تو شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

خلاصہ:- اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ مہاجرین و انصار کے بعد تیسری وہ جماعت خلاصی پانے والی ہے جو اگلے بزرگوں کے لیے بخشش مانگتی ہے اور ان کی دشمنی سے بچنے کی دعا کرتی ہے۔ اس جماعت سے مراد بھی اہل سنت ہے کیونکہ یہی ایک ایسی جماعت ہے جو تمام بزرگانِ دین

کے لیے دعائیں مانگتی ہے ان کی فاتحہ دلاتی ہے اور اعمال و صدقات کرکے ان کو ایصالِ ثواب کرتی ہے۔ نیز ان کے درباروں پر حاضر ہو کر دین و دنیا کی برکتیں حاصل کرتی ہے۔ دوسری جماعتوں میں سے کسی کا عقیدہ تو یہ ہے کہ بزرگی کوئی چیز نہیں، سب مسلمان ایک جیسے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہیں، جو اپنی بے علمی یا ضد کے سبب وہ آیتیں جو اللہ تعالیٰ نے بتوں کی عاجزی اور بے بسی ثابت فرمانے کے لیے نازل فرمائی ہیں، ان کو انبیاء و اولیاء کی شان میں پیش کرکے اپنا نامۂ اعمال سیاہ کرتے ہیں اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہیں اور یہ شعر پڑھ کر سناتے ہیں :-

؎ وہ کیا ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اولیاء سے

کسی بزرگ نے ایسے گستاخوں کو یوں جواب دیا ہے

وہ چندہ ہے جو نہیں ملتا خدا سے
جسے تم مانگتے ہو اغنیاء سے

دلیل ۴ اَللّٰہ سبحانہٗ و تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ	اور آگے بڑھ جانیوالے پہلے ہجرت
مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ	کرنے والوں سے اور مدد دینے والوں

وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ	اور وہ لوگ جنہوں نے پیروی
بِاِحْسَانٍ رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ	کی ان کی ساتھ نیکی کے، راضی ہوا
وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ	اللہ ان سے، اور راضی ہوئے
جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا	وہ اس سے اور تیار کی ہیں ان
الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ	کے واسطے جنتیں چلتی ہیں ان
اَبَدًا ط ذٰلِكَ الْفَوْزُ	کے نیچے نہریں، ہمیشہ رہیں گے
الْعَظِیْمُ ؕ	وہ ان میں، کبھی نہ نکلیں گے،
(پ۱۱ . سورۃ التوبۃ رکوع ۱)	اور ہے یہ بڑی کامیابی

خلاصہ اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تین جماعتوں سے راضی ہے اور انہی کے لیے بہشت میں ہمیشگی ہے۔ پہلے مہاجر اور دوسرے انصار اور تیسرے وہ لوگ جو نیکی کے ساتھ ان کے تابع ہوئے۔ تیسری قسم کے لوگوں سے مراد "اہل سنت" ہیں۔ کیونکہ یہی ہیں جو سب مہاجر و انصار کو دین و دنیا میں اپنا پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور ان کے قول و فعل پر عمل کرنا ان کا "ایمان" ہے۔ دیگر جماعتوں میں سے کوئی تو صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ایمان میں شک کرتا ہے اور بعض ان کے قول و فعل کو جھٹلاتے ہیں اور کچھ لوگ اہلِ بیتِ کرام کی توہین کرتے ہیں۔ مگر اہلِ سنت دونوں کے تابع ہیں۔ اعلحضرت اقدس سرہٗ فرماتے ہیں

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب رسول
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

دلیل (۵) اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلۡاَخِلَّآءُ یَوۡمَئِذٍۭ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الۡمُتَّقِیۡنَ ؕ (پارہ ۲۵۔ رکوع ۱۲)	دوست اس دن بعض ان کے بعضوں کے دشمن ہوں گے مگر پرہیزگار

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن تمام دوست دشمن ہوں گے۔ مگر پرہیزگاروں کی دوستی قائم رہے گی یہ بات بھی اہل سنت کو ہی حاصل ہے کہ دن رات اللہ تعالیٰ کے بندوں کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور ہر وقت ان کی محبت کے گیت گاتے ہیں اور حدیث شریف میں بھی وارد ہوا ہے اَلۡمَرۡءُ مَعَ مَنۡ اَحَبَّ، یعنی آدمی اس کے ساتھ ہو گا۔ جس سے محبت کرتا ہے تو بحکم قرآن و حدیث بروز قیامت ہم اولیاء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے ساتھ جنت میں جائیں گے۔

اب چند حدیثیں ملاحظہ ہوں

حدیث (۱) وَعَنۡ اَبِیۡ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهٖ رواہ احمد وابوداؤد

(ترجمہ) اور روایت ہے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص کہ جدا ہوا جماعت سے بالشت بھر، اُتارا اس نے پٹا اسلام کا اپنی گردن سے۔

حدیث (۲) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جماعت سے جُدا ہونے والے کو شیطان اس طرح پکڑتا ہے جیسے ریوڑ سے علیٰحدہ ہونے والی بکری کو بھیڑیا۔ تم پر لازم ہے کہ جماعت کے ساتھ رہو (مشکوٰۃ شریف)

حدیث (۳) فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیروی کرو بڑی جماعت کی پس جو کوئی علیٰحدہ ہوا بڑی جماعت سے داخل ہوا دوزخ میں۔

یاد رہے کہ اوپر لکھی ہوئی تین حدیثوں میں جو لفظ جماعت آیا ہے اس سے نماز کی جماعت مراد نہیں، بلکہ مسلمانوں کی بڑی جماعت مراد ہے اور ان کے ساتھ رہنے کی تاکید ہے۔ اس بات کی تائید حدیث نمبر ۳ سے ہوتی ہے اور حدیث نمبر ۴ بالکل اس مضمون کو واضح طور پر بیان فرماتی ہے۔

حدیث (۱۴) فرمایا نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نہ جمع ہوگی میری امت گمراہی پر۔ (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث پر غور کرنے سے بالکل ظاہر ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی بڑی جماعت برے کام پر اتفاق نہیں کر سکتی۔

اب دیکھنا چاہیے کہ کیا "یَا رَسُوْلَ اللّٰہ" کا نعرہ لگانے والے تمام انبیاء کرام کو گناہوں سے معصوم سمجھنے والے نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مختار کل ماننے والے، آپ کو خدا کے دیئے ہوئے علم غیب کا یقین کرنے والے نیز چاروں اماموں کے پیچھے چلنے والے اور گیارھویں، تیجہ، ہفتہ اور چالیسواں وغیرہ کے قائل زیادہ ہیں یا ان عقیدوں اور کاموں کو شرک و بدعت سمجھنے والے زیادہ ہیں؟ یقیناً ہر زمانہ میں ان عقیدوں اور فعلوں کو مسلمانوں کی بڑی جماعت اپناتی چلی آئی ہے۔ تو ثابت ہوا یہ سب کچھ جائز ہے اور مطابق قرآن و حدیث کے ہے اس کی تائید ایک اور حدیث پاک سے بھی ہوتی ہے۔

حدیث: فرمایا نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ جس چیز کو مسلمان اچھا کہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی پسندیدہ ہے۔

بفضلہ تعالیٰ قرآن و حدیث سے ثابت ہو گیا کہ مذہب اہل سنت کے تمام عقائد سچے ہیں اور یہی ایک ایسا مذہب ہے جس پر چل کر

انسان نجات حاصل کر سکتا ہے اب ہم چند اعتراض مع جوابات نقل کرتے ہیں جو مخالفین عام طور پر اہل سنت پر کیا کرتے ہیں۔

اعتراض ۱ سوال اگر مذہب اہل سُنّت حق ہے تو دوسری تمام جماعتیں اس سے کٹ کر کیوں جُدا ہو گئیں۔

جواب :۔ گندم کا ڈھیر دیر تک پڑا رہے تو اس میں بعض دانوں کو کیڑا اندر سے کھا کر کھوکھلا کر دیتا ہے۔ برسانے کے وقت وہ کھوکھلے دانے مٹی میں مل کر ڈھیر سے دور جا پڑتے ہیں۔ اسی طرح اہل سنت میں سے بعض آدمی بدمذہبوں کے ساتھ بیٹھتے اٹھتے اور ان کی باتوں پر کان لگاتے اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔ یہاں تک کہ ان کے عقیدے کمزور ہو جاتے ہیں۔ جب کوئی معمولی سا دینی امتحان کا وقت آتا ہے تو اس جماعت سے کٹ کر انہی میں جا ملتے ہیں۔

اعتراض ۲

سوال :۔ چور، ڈاکو، شراب پینے والے اور باجہ بجانے والے غرض کہ ہر قسم کے مجرم اپنے آپ کو سُنّی کہلاتے ہیں؟

جواب پانی کا ایک مٹکا ہو تو پیشاب کی ایک چھینٹ پڑنے سے پلید ہو جائے گا۔ مگر دریا میں جس ہزارہا قسم کے حرام جانور ہیں اسی میں پیشاب و پاخانہ کرتے ہیں۔ نیز بہت سے جانور

ر بھی چلتے ہیں اور اگر باہر سے بھی بہت سی نجاست پڑ جائے تو پھر بھی دریا کا پانی پاک اور پاک کرنے والا ہی رہتا ہے۔ دیگر اگر ہر قسم کے بدمعاش اہل سنت ہیں تو دوسری طرف نظر اٹھائیے بایزید بسطامی، خواجہ ابوالحسن خرقانی، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، داتا گنج بخش علی ہجویری، بابا فرید شکر گنج علی احمد صابر، نظام الدین اولیاء، محبوب الٰہی، میاں شیر محمدؒ اور پیران پیر حضرت شیخ شاہ محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث اعظم محبوب سبحانی اور باقی تمام اولیاء کرام رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی مذہب اہل سُنّت پر ہیں۔

اعتراض ۳

سوال اہل سُنّت کا مذہب قرآن و حدیث کے بالکل خلاف ہے صرف قیاس پر عمل کرنا ان کا کام ہے؟

جواب یہ اعتراض بالکل سراسر غلط ہے، کیونکہ ہر وہ شخص اہل سُنّت ہے جو چاروں اماموں میں سے کسی کے پیچھے چلنے والا ہے جس کو "تقلید" کہتے ہیں۔ دینی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت بالکل ظاہر ہو جاتی ہے کہ تمام محدثین و مفسرین و بزرگان دین چاروں اماموں میں سے کسی نہ کسی کے مقلد ہیں۔ غیر مقلد کوئی بھی نہیں ہوا اگر یہ مذہب غلط ہوتا تو وہ اس کو کیوں اختیار کرتے۔ معلوم ہوا

کہ گمراہوں کا یہ سراسر بہتان ہے

یہ رسالہ مختصر ہے اس لیے اتنے ہی دلائل پر اکتفار کرتا ہوں

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مذہب اہل سُنّت پر قائم رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ ہو۔ آمین بجاہ نبیک سید المرسلین صلے اللہ علیہ و علیٰ آلہ وسلم۔

دوسرا باب

توحید باری تعالیٰ کے بیان میں

اہل سُنّت کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات اور صفات میں واحد و لاشریک ہے۔ یعنی مخلوقات میں جتنی صفتیں اور خوبیاں ہیں سب اسی شہنشاہِ حقیقی کی بخشش ہے اس کی خلقت میں کوئی بھی کسی صفت میں اس جیسا نہیں ہو سکتا اور نہ کسی کو ایسا سمجھنا چاہئے، کیونکہ ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے، جو سب گناہوں سے بڑھ کر ہے۔ خداوند کریم ہر عیب اور نقصان سے پاک ہے نہ وہ وعدہ خلافی کرتا ہے، نہ جھوٹ بولتا ہے اور نہ اس پر قادر ہے وہ مخلوق کی طرح نہ بدن رکھتا ہے، نہ اس کا کوئی رشتہ دار، اور برادری ہے۔ بندوں کو روزی دینا اور نفع و نقصان پہنچانا، غریبوں کو دولتمند کرنا، مشکل آسان کرنا، سورج و چاند کو طلوع کرنا اور غروب کرنا، مردوں کو زندہ کرنا، اولاد دینا، یہ سب باتیں اس کے قبضہ و اختیار میں ہیں۔ ہاں اس کی عطا اور مرضی سے انبیاء علیہم السلام و اولیاء علیہم الرحمہ، بندوں کو نفع پہنچاتے ہیں۔ غنی

کرتے ہیں، بیماروں کو تندرستی بخشتے ہیں، خلقت کی حاجتیں پوری
کرتے ہیں۔ ان کی مشکل کشائی فرماتے ہیں، بگڑی بناتے ہیں زندگی
میں اور موت کے بعد بھی پکارنے والوں کی مدد فرماتے ہیں، مردے
زندہ کرتے ہیں، لڑکے دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ ایسی ہی توحید ماننے
کا قرآن و حدیث نے حکم دیا ہے۔ مثال کے طور پر آپ حضرت
عیسٰے علیہ السلام کا قصہ پڑھیے۔ دیکھو قرآن شریف پارہ ۳ رکوع ۱۳
اس میں آپ کے بہت سے اختیارات کا بیان ہے اور ہمارے آقا
و مولا حضور پر نور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہزاروں
کی بگڑی بنائی، لاکھوں کی مشکلیں آسان فرمائیں۔ بیماروں کو تندرست
کیا۔ نابینوں کو آنکھیں دیں۔ غرضیکہ جو بھی کوئی حاجت لے کر
آپ کے دربار میں حاضر ہوا خالی نہیں پھرا۔ اگر کوئی کہے کہ ابوجہل
وغیرہ کی بگڑی آپ نے کیوں نہ بنائی؟ تو جواب اس کا یہ ہے
کہ وہ نیت صاف کر کے آپ کے دربار میں حاضر ہی نہیں
ہوئے، یہ ان کا اپنا قصور ہے۔ ہاں آپ کی شان تو بلند و بالا ہے
آپ کے اولیاء کی یہ شان ہے ؎

عیسٰے کے معجزوں نے مردے جلا دیئے ہیں؟
آقا کے معجزوں نے عیسٰے بنا دیئے ہیں

زہرۃ الابرار میں لکھا ہے کہ ایک مائی اپنا لڑکا لے کر حضرت

غوثِ پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کی یا حضرت اس کو ظاہری و باطنی علم سے مالا مال فرما دیجئے، آپ کی بہت شفقت ہوگی۔ کچھ مدت کے بعد وہ مائی اپنے لڑکے سے ملنے کے لیے حاضرِ خدمت ہوئی، تو دیکھا کہ آپ مرغ کے گوشت سے روٹی تناول فرما رہے ہیں اور اس کا بیٹا چنے چبا رہا ہے۔ یہ دیکھ کر اس مائی کے دل میں تعجب ہوا۔ چونکہ اولیاء سے خلقت کے بھید چھپے نہیں ہوتے، اولیاء کرام کی نظر مخلوق کے دلوں پر ہوتی ہے اس لیے آپ نے اسی وقت مرغ کی ہڈیاں جمع کرا کے دعا فرمائی۔ وہ مرغ اسی وقت زندہ ہو کر بولنے لگا۔ حضرت غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ مائی! جب تیرے بیٹے کو یہ طاقت روحانی حاصل ہو جائے گی تو اس کو مرغ کھانے کی اجازت ہو جائے گی۔ غرضیکہ ذاتی طور پر ہر طاقت و قدرت اور نصرت کا مالک اللہ تعالیٰ ہے انبیاء و اولیاء سے جو ظہور میں آتا ہے، وہ اس کی بخشش اور مہربانی سے ہوتا ہے، کیونکہ وہ جس کو جتنا چاہے عطا کرے، کوئی اس کو روکنے والا نہیں۔ کافر و مشرک کے سوا قیامت میں جس گنہگار کو چاہے گا بخشے گا۔ تمام جنوں، انسانوں، بلکہ ہر جاندار میں انصاف کے دن عدل فرمائے گا۔

طوالت کی وجہ سے زیادہ نہیں لکھا گیا۔ مگر اس باب کو لغو پڑھتے

سے ثابت ہو جائے گا کہ اہلِ سُنّت کا عقیدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو ہے
وہ عین قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔

تیسرا باب

نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان میں

عقیدہ ۸: تمام مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ہمارے آقا و مولا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور کو پیدا فرمایا لہٰذا آپ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے نور ہیں۔ جیساکہ قرآنِ پاک واحادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے چنانچہ پارہ چھ ۶ رکوع سات میں ارشاد ہوتا ہے

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۝	بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور آیا اور روشن کتاب۔

اکثر مفسرین کے نزدیک یہاں نور سے حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مراد ہیں۔ پارہ ۲۲ رکوع ۳ میں ارشاد ہے وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ یعنی اے محبوب کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم نے آپ کو چمکا دینے والا سورج بنا کر بھیجا۔

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سورج یا چاند نہیں فرمایا۔ کیونکہ سورج کی روشنی دن کے وقت ہوتی ہے۔ رات کو نہیں ہوتی اور

اور چاند رات کو روشن ہوتا ہے تو صبح ہوتے ہی بے نور ہو جاتا ہے اس کے علاوہ اَبر، آندھی اور گرہن، ان دونوں کی روشنی غائب کر دیتی ہے، بلکہ آپ کو نور تقسیم کرنے والا اور پکار دینے والا سورج فرمایا جس کی روشنی کبھی غائب نہیں ہو سکتی، بلکہ حقیقتِ محمدیہ ہر جگہ ہر وقت موجود ہے۔

حدیث (۱) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک رات حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، چادر اوڑھے ہوئے آرام فرما رہے تھے ادھر چاند اپنی پوری روشنی کے ساتھ چمک رہا تھا۔ میری نظر کبھی آسمان کی طرف اٹھتی اور کبھی حضور کی جانب۔ آخر میرے دل نے یہ فیصلہ کیا کہ آسمانی چاند سے، مدینہ کے چاند صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روشنی بہت زیادہ ہے (مشکوٰۃ باب المعجزات)

چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے
چاند کے منہ پہ داغ ہے اور آقا کا چہرہ صاف ہے

میں وہ شاعر نہیں ہوں چاند کہدوں ان کے چہرہ کو
میں ان کے نقشِ پا پہ چاند کو قربان کرتا ہوں

حدیث نمبر ۲ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ

صلی اللہ علیک وسلم تمام مخلوقات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کس چیز کو پیدا فرمایا؟ ارشاد ہوا:۔

یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّکَ مِنْ نُوْرِہٖ۔	اے جابر بیشک اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو پیدا کیا اپنے نور سے۔

(دیکھو مواہب الدنیہ ص۹ ونشر الطیب مصنفہ اشرف علی تھانوی)

حدیث نمبر۳ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا صفوں میں ٹھیک ٹھاک کھڑے ہو کر نماز پڑھا کرو، کیونکہ مجھ پر تمہارے رکوع، سجود، خشوع پوشیدہ نہیں (مشکوٰۃ شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جیسا کہ آگے دیکھتے تھے، ویسا ہی پیچھے دیکھتے تھے۔

دوسری روایت میں صاف طور پر آیا ہے کہ میں جیسے آگے دیکھتا ہوں ویسا ہی اپنے پیچھے تم کو دیکھتا ہوں۔ تو یہ طاقت صرف نور ہی میں ہوتی ہے کہ اس کی روشنی چاروں طرف پڑتی ہے۔

مثال کے طور پر آپ لیمپ کو جلا کر دیکھیں کہ اس کی روشنی ہر طرف کو گھیرے ہوئے ہوتی ہے۔ نیز واقعہ معراج سے آپ کا نور ہونا اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے۔ سدرہ پر پہنچکر نوری فرشتہ حضرت جبریل علیہ السلام عرض کرتا ہے کہ حضور اگر بال برابر آگے اڑوں تو میرے پر

جل جائیں۔ لیکن سرکارِ مدینہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی نعلین مبارک (جوڑے) اور لباس سمیت آگے بڑھے اور جہاں تک خدا کو منظور تھا تشریف لے گئے۔

سوال ۱ اگر آپ نور تھے تو آپ کے نکاح فرمانے اور کھانے پینے کا کیا مطلب ؟

جواب حوریں نور سے پیدا ہوئی ہیں، جنتی آدمیوں کی شادیاں ان سے ہوں گی اور مل جل کر کھائیں پئیں گی۔ اگر کوئی جنتی اولاد کی خواہش کرے گا، تو اولاد بھی پیدا ہو گی تو کیا ان باتوں سے ان کی نورانیت میں کوئی فرق آئے گا۔ یقیناً نہیں، نیز نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کھانے پینے اور شادیوں کے محتاج نہیں تھے۔ یہ سب کچھ تعلیم امت کے لیے تھا (دیکھو بخاری شریف) آپ کئی کئی روز تک لگاتار روزے رکھتے تھے، یعنی افطار نہیں فرماتے تھے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے ادا کرنے کی غرض سے ایسا کرنا چاہا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے میری مثل کون ہے، میں اپنے رب کے پاس رات گزارتا ہوں۔ جہاں وہ مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔

سوال : کیا آپ عام انسانوں کی طرح ماں باپ کے تعلق سے پیدا نہیں ہوئے ؟

جواب: بے شک آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ماں باپ کے تعلق سے پیدا ہوئے ہیں، لیکن اس سے آپ کے نور ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا (دیکھو پارہ ۲۵، سورۃ زخرف)

وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ۝

ترجمہ اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انسانو! اگر ہم چاہیں تو تم میں سے فرشتوں کو پیدا کر دیں جو زمین میں خلیفے ہوں

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، آگ سے پانی اور پانی سے آگ اور انسانوں سے نوری وجود کا پیدا کرنا اس کی قدرت سے دور نہیں۔

سوال ۳ کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر موت نہیں آئی؟ آپ کا جنازہ نہیں ہوا؟ نیز آپ کی قبر شریف اب تک موجود ہے۔

جواب: فرشتے نور سے پیدا ہوئے ہیں۔ مگر ان کو بھی ایک دن موت آنی ہے۔ رہا جنازہ اور قبر کا سوال؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے جنازہ پہ عام انسانوں کی طرح دعاء جنازہ نہیں پڑھی گئی، بلکہ تھوڑے تھوڑے آدمی حاضر ہوتے تھے اور صلوٰۃ وسلام عرض کر کے واپس ہو جاتے اور یہ بات بالکل واضح ہے کہ سلام زندہ ہی کو کیا جاتا ہے۔

دیگی اگر لیمپ جلا کر کسی مٹکے میں بند کر دیا جائے تو اسکی چاندنی ضائع نہیں ہوتی۔ اسی طرح اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر قبر شریف میں تشریف فرما ہیں، تو آپ کی نورانیت میں کچھ فرق نہیں آتا بلکہ ہر لحظہ آپ کے نور میں ترقی ہو رہی ہے اور ترقی ہوتی رہے گی، جیساکہ سورۃ والضحیٰ میں ارشاد ہوتا ہے،

وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى۔	اور البتہ پچھلی حالت آپ کی بہتر ہے پہلی سے۔

یعنی جوں جوں زمانہ گزرتا جائے گا۔ آپ کی نورانیت بڑھتی جائیگی

سوال ۴: نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دو ہاتھ اور دو پاؤں اور بال شریف، غرضیکہ انسانوں کی طرح بدن مبارک تھا، لباس پہنتے تھے تو کیا نور میں یہ باتیں ہوتی ہیں۔

جواب سورۃ مریم کے رکوع ۲ میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جناب مریم کے سامنے تندرست بشر کی شکل میں ظاہر ہوئے۔

دیگر مشکوٰۃ شریف کی پہلی ہی حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں حاضر تھے اچانک ایک ایسا آدمی ظاہر ہوا جس کے کپڑے سفید اور سیاہ بال تھے اور اس پر سفر کا اثر معلوم نہیں ہوتا تھا اور نہ ہم

میں سے کوئی اسے پہچانتا تھا۔ آپ کے سامنے آکر دو زانو بیٹھ گیا۔ اور کچھ سوالات کیے۔ جب چلا گیا تو آپ (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ یہ جبریل علیہ السلام تھے، جو تمہیں دین سکھانے آئے تھے غور کرو کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام انسانی شکل میں لباس پہنکر ظاہر ہو سکتے ہیں اور ان کا نور ہونا بھی برقرار رہتا ہے تو ہمارے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر لباس بشریت پہن کر وہ بھی بے مثل تشریف لائے تو ان کے نور سے کس طرح انکار کیا جاسکتا ہے۔

سوال ۵: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگتے ہوئے فرمایا کہ اے اللہ تعالیٰ! مجھے نور کر دے اگر آپ (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نور تھے تو یہ کیوں فرمایا؟

جواب: اللہ تعالیٰ پارہ پچیس ۲۵ سورہ شوریٰ کے آخر میں فرماتا ہے اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) بے شک آپ سیدھی راہ کی طرف ہدایت فرماتے ہیں۔ نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے سارے جہانوں کے لیے ہدایت بنا کر بھیجا ہے، مگر اس کے باوجود آپ پنجگانہ نمازوں میں سورہ فاتحہ کا یہ جملہ پڑھتے تھے کہ اے اللہ ہم کو سیدھی راہ دکھا تو مطلب اس کا یہ ہے کہ ہم کو سیدھے رستہ پر قائم رکھ ایسے ہی نور کی دعا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ "اے اللہ! نور میں زیادتی فرما

چوتھا باب

آپ کی بشریت کے بیان میں

کچھ لوگ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی مثل بشر یا بڑا بھائی جانتے اور اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں. مگر یہ عقیدہ بالکل غلط ہے۔ حضورِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت بے مثل ہے جس کے سامنے نوری فرشتہ جبریل علیہ السلام بھی عاجز ہے۔ قرآن شریف میں آیا ہے کہ آپ فرمادیں، میں تمھاری طرح بشر ہوں اور کچھ حدیثیں بھی اس مضمون کی آئی ہیں تو مطلب ان کا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند معجزے دیکھ کر عیسائیوں نے ان کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کیا. ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو از سرتاپا معجزہ ہیں چاند اور سورج ان کے اشارہ پر چلتے ہیں. غرض یہ ساری خدائی زیرِ فرمان ہے اور فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ دیتا ہے اور میں تمام خلقت کو تقسیم کرتا ہوں اس خیال سے کہ شاید کوئی بے سمجھ کسی غلط عقیدہ میں پھنس جائے، آپ نے بحکم خداوندی فرمایا کہ اے لوگو میں بھی تمھاری طرح خدا کا پیدا کیا ہوا بشر ہوں۔ میرے پاس جو کچھ ہے،

وہ اسی شہنشاہ کی عطا ہے یہیں خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہوں۔ اگر کوئی بادشاہ جو ہوائی جہاز پہ ہو، کسی غریب، گدھے پر سوار کو کہدے کہ میں بھی تیری مثل سوار ہوں تو کیا عقلمند دونوں سواروں کو ایک جیسا سمجھ سکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔ اس کے علاوہ اسی آیت میں یہ بھی ہے کہ میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ نیز اگر غور سے دیکھا جائے تو نبی کریم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت تک آپ کی ہر بات بے مثل ہے۔ یہاں تک کہ آپ کی نیند بے مثل پیشاب اور پاخانہ بے مثل کہ جو کوئی ان کو کھا جائے۔ جنتی ہو جائے (دیکھو خصائص کبریٰ)، اس قدر فرق ہوتے ہوئے جو شخص آپ کو اپنی مثل بشر یا بھائی کہے یا سمجھے، وہ گمراہ اور بے دین ہے۔

سوال ۱: جب قرآن شریف میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بشر کہا گیا اور آپ نے خود فرمایا کہ میں تمھاری مثل بشر ہوں، تو ہمیں کہنا کیوں ناجائز ہے۔

جواب: پارہ ۱۷ میں حضرت یونس علیہ السلام عرض کرتے ہیں۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ	اے اللہ! تو پاک و بے شریک ہے تحقیق میں تھا ظالموں میں سے۔

★

اور پارہ آٹھ میں حضرت آدم علیہ السلام عرض کرتے ہیں۔
اے رب ہمارے ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو کیا قرآن شریف
کی نقل کرتے ہوئے کوئی شخص ان ہر دو پیغمبروں کو ظالم کہہ کر
اپنے ایمان کا بیڑا غرق کرنا پسند کرتا ہے؟ ہرگز نہیں۔
نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہری زمانہ پاک سے
لے کر اب تک بے شمار اولیاء و علماء ہوئے ہیں۔ مگر کسی نے بھی
آپ کو اپنی مثل بشر یا بڑا بھائی نہیں کہا اور نہ کسی کتاب میں لکھا۔
بدقسمتی سے مسلمانوں میں ایک ایسا فرقہ پیدا ہوا۔ جس نے اپنی تحریروں
اور تقریروں میں اس عقیدۂ فاسد کو بیان کیا۔
اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبروں کو مبعوث فرمایا۔ ہر پیغمبر
کے زمانہ کے کافروں نے اس کو اپنی مثل بشر کہا۔ جس پر بے شمار
آیتیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ صرف ایک آیت نقل کرتا ہوں۔

قَالُوْا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ (سورۃ یٰسین رکوع ۲)	کافر بولے نہیں ہو تم اے پیغمبر مگر بشر مثل ہماری۔

★

اور ہمارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان اقدس میں مکہ کے
کافر کہتے تھے۔ جس کی خبر سورۃ فرقان رکوع اول میں دی گئی ہے۔

وَقَالُوْا مَا لِهٰذَا الرَّسُوْلِ	کافر بولے کیا ہے اس رسول کو

یَاْکُلُ الطَّعَامَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ۔	کھانا کھاتا اور بازاروں میں چلتا ہے۔

اس تقریر سے بالکل یہ واضح ہو جاتا ہے کہ پیغمبروں کو اپنی مثل بشر یا بھائی کہنا کافروں کی عادت اور ان کا عقیدہ ہے۔

سوال نمبر۲:۔ قرآن شریف میں ہے کہ ہم نے اپنے بندہ کو سیر کرائی نیز کلمہ شریف میں عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ روزانہ پڑھا جاتا ہے اس کا مطلب کیا ہے؟

جواب:۔ اگر آپ ہماری تقریر کو اچھی طرح سمجھ لیتے، تو یہ سوال نہ کرتے ہم نے تو یہ کہا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی مثل بشر کہنا یا بھائی کہنا منع ہے۔ رہا سوال عبد کا تو اس کے معنے ہیں "بندگی اور عبادت کرنے والا۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت کرنے والے نہیں ہیں۔ اس طرح تو اللہ تعالیٰ نے اپنے فرشتوں کو بھی عبد فرمایا ہے دیکھو سورۃ زخرف رکوع ۲

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِکَۃَ الَّذِیْنَ ھُمْ عِبَادُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا	اور کافروں نے فرشتوں کو جو اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔ عورتیں مقرر کیا۔

غرض کہ قرآن مجید میں جو لفظ "عبد آیا ہے۔ اس کی وجہ سے ہمارے

لیے جائز نہیں کہ ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی مثل بشر اور بھائی کہتے پھریں۔ نیز بندہ اور اس کے خاص بندہ میں بہت زیادہ فرق ہے۔ علامہ اقبالؒ نے کیا خوب کہا ہے ؂

عبد دیگر عَبدُہٗ چیزے دگر — اُو سراپا انتظار او منتظر

ترجمہ :۔ عبد اور ہے اور عبدہٗ یعنی اس کا بندہ اور ہے، بندہ صرف اس کی مرضی چاہتا ہے اور جو عبدہٗ ہے اس کی مرضی خود رب کریم جلّ شانہٗ چاہتا ہے۔

اور سورۃ والضحیٰ میں ہے کہ اے محبوب (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم آپ کو راضی کریں گے۔

اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ العزیز نے کیا خوب کہا ہے

خُدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے مُحَمَّد

پانچواں باب

علم غیب کے بیان میں

اس بات پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ہمارے حضور پرنور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امام الانبیاء اور ساری مخلوق سے افضل و اشرف ہیں۔ لہٰذا آپ کا علم بھی سب سے زیادہ ہے اللہ تعالیٰ نے جس قدر مخلوق پیدا کی، یا کرے گا، سب کا علم اور اس سے بھی زیادہ اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے فضل سے عطا فرمایا۔ اگر کوئی کہے کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اتنا علم دیا جانا تسلیم کیا جائے تو شرک ہو جاتا ہے۔ وہ بڑا بے سمجھ ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا علم غیر محدود ہے۔ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جتنا چاہا عطا فرمایا۔ یہ عقیدہ عین قرآن و حدیث کے مطابق ہے۔ اب ہم دلائل نقل کرتے ہیں۔ بغور پڑھیے۔ پہلے کچھ وہ آیتیں لکھی جاتی ہیں، جن میں پہلے پیغمبروں کے علم غیب کا بیان ہے تاکہ ثابت ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے انبیاء علیہم السلام کو بھی درجہ بدرجہ غیب عطا فرمایا تھا۔

آیت (۱) پارہ اوّل
وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا۔

ترجمہ اور سکھائے اللہ تعالےٰ نے بغیر وسیلہ جبریل کے آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے نام

تفسیر کبیر اور روح البیان وغیرہ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام اور ان کے استعمال کرنے کا طریقہ اور ان کی تاثیر نیز سات لاکھ زبانیں سکھائیں

آیت (۲) وَكَذٰلِكَ نُرِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اس طرح ہم دکھاتے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بادشاہی آسمانوں اور زمینوں کی۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہی آنکھوں سے دکھادی تو جو چیز دیکھی جائے تو اس کا علم بھی ہو جاتا ہے۔ لہذا ماننا پڑے گا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تمام مخلوق کا علم دیا گیا۔

آیت ۳ حضرت نوح علیہ السلام نے دعا کرتے ہوئے کہا کہ اے اللہ! اگر تو کافروں کو غرق نہ کرے گا تو جو ان کے یہاں اولاد ہوگی۔ وہ بھی کافر ہی ہوں گے۔ دیکھو سورہ نوح رکوع ۲

اس آیت سے ظاہر ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے علم غیب کی وجہ سے آنے والی نسلوں کے کفر کی خبر دی۔

آیت ۱۴ وَ اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِكُمْ	اور خبر دیتا ہوں تم کو اس چیز کی کہ کھاتے ہو تم اور جو ذخیرہ کرتے ہو تم اپنے گھروں میں ۔

اس آیت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علمِ غیب کا بیان ہے ۔ وہ اپنی قوم کو فرماتے ہیں کہ میں تم کو اس کی جو تمہارے پیٹوں میں ہے اور جو کچھ تم نے اپنے گھروں میں جمع کیا ہے خبر دیتا ہوں ۔ تفسیر خزائن العرفان میں اسی آیت کے تحت لکھا ہے کہ بہت سے لڑکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں روزانہ حاضر ہوتے آپ کو خبر دیتے کہ تمہارے ماں باپ نے تمہاری غیر موجودگی میں فلاں فلاں چیز کھائی ہے ، جو تمہارے لیے نہیں رکھی تو وہ پوچھتے کہ ایسی غیب کی باتیں تمہیں کون بتاتا ہے ؟ بچے جواب دیتے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمکو ایسی باتوں کی خبر دیتے ہیں ۔ آخر کار لوگوں نے تنگ آ کر تمام لڑکوں کو ایک حویلی میں بند کر دیا ۔ چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سارے واقعہ کا علم تھا ۔ اس لیے آپ خود اس حویلی کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ لڑکے جو ہماری خدمت میں آیا کرتے تھے ، آج حاضر نہیں ہوئے ۔ کہاں ہیں ؟ لوگوں نے جواب دیا ۔ ہمیں علم نہیں ۔ آپ نے فرمایا اس حویلی میں کون ہے ؟ انہوں نے کہا خنزیر ہیں ۔ آپ نے فرمایا ایسا ہی ہو گا ۔ جب دروازہ کھولا

گیا تو وہ لڑکے پسح مسخ خنزیر بن چکے تھے ، جو کہ آپ کی دعا سے پھر اصلی حالت پر آئے ۔

آیت نمبر ۵ پارہ ۲۱ سورہ الم سجدہ رکوع اوّل

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ (پ ۲۱ سورۃ سجدہ رکوع ۱)

اے محبوب! آپ فرمادیں کہ تمہاری جانیں ملک الموت قبض کریگا جو تم پر مقرر کیا گیا ہے۔

اس آیت میں حضرت عزرائیل علیہ السلام کے علم غیب کا بیان ہے۔ حدیث وتفسیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت عزرائیل علیہ السلام تمام جاندار مخلوق کے نام اور ان کے رہنے کی جگہ اور ان کی عمر کو کہ کتنی گزر چکی ہے اور کتنی باقی ہے اچھی طرح جانتے ہیں۔ اسی واسطے جب کسی کو موت آتی ہے تو ایک سیکنڈ آگے پیچھے نہیں ہونے دیتے ، جہاں جس کو جس طریقہ سے مرنا ہوتا ہے۔ اس کی جان قبض کر لیتے ہیں۔ گویا ان کے سامنے تمام دنیا تھالی کی مثل ہے۔ (مشکوٰۃ شریف) باب القضا وقدر کی حدیث شریف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قلم سے فرمایا کہ جو کچھ اوّل سے آخر تک ہونے والا ہے۔ اس کو لوح محفوظ پر لکھ۔ پس قلم نے مطابق حکم خداوندی سب کچھ لکھ دیا۔ اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قلم کو ابتدار سے انتہا تک تمام غیبی علوم سکھا دیئے یہاں

تک تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقتدیوں اور غلاموں کے علمِ غیب کا بیان تھا۔ اب ہم وہ آیاتِ کریمہ نقل کرتے ہیں جن سے حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علمِ غیب بلا شک وشبہ ثابت ہے۔

آیت ۱ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ (پارہ ۳ رکوع ۱۳)

اے محبوب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ جو ہم آپ کی طرف وحی فرمارہے ہیں۔ غیب کی خبروں سے ہے۔

معلوم ہوا کہ آپ کو جو کچھ وحی کے ذریعہ سکھایا گیا ہے وہ غیب ہے

آیت ۲:- وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَي الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِىْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ (پارہ ۴ رکوع ۹)

اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ خبردار کرے تم کو غیب پر، ہاں اپنے رسولوں میں سے چن لیتا ہے جس کو چاہے۔ یعنی اس کو علمِ غیب عطا کرتا ہے۔

آیت ۳ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰي غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۙ اِلَّا

وہی ہے غیب کے جاننے والا نہیں خبردار کرتا کسی کو اپنے غیب پر سوائے پسندیدہ

مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ	رسولوں کے۔

(پ ۲۹ ، سورۂ جن)

خلاصہ ان دونوں آیتوں کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ کو علمِ غیب عطا فرماتا ہے اور یہ مسئلہ متفقہ ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ساری مخلوق سے بڑھ کر دربار ایزدی میں پسندیدہ ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علمِ غیب بھی تمام مخلوق سے زیادہ عطا ہوا۔ یہاں تک کہ کوئی قطرہ اور کوئی ذرہ ایسا نہیں جو علم مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پوشیدہ ہو۔ کسی بزرگ نے کیا اچھا کہا ہے۔

نہیں آپ سے کوئی بھی چیز مخفی
ہیں چودہ طبق روبروئے محمد

آیت (۴) وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَکُنْ تَعْلَمُ ۵ (پارہ ۵)	اور سکھایا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو بھی آپ نہیں جانتے تھے۔

عربی میں جب لفظ مَا آتا ہے تو اس سے ہر قسم کی مخلوق مراد ہوتی ہے اور اس آیت میں بھی "مَا" موجود ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کو ساری مخلوق کا علم دیا گیا۔

آیت ۵ وَنَزَّلْنَا	اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب

عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۝ — اتاری جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔

پارہ ۱۴ رسورۃ النحل ع۱۴۶

تو ظاہر ہے کہ جب کتاب میں ہر چیز کو بیان کیا گیا ہے تو صاحب کتاب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کیا چیز پوشیدہ ہو سکتی ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، بیشک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے دنیا کو پیش کیا، پس میں اس کو اور اس میں قیامت تک جو ہونے والا ہے اپنے ہاتھ کی ہتھیلی کی مانند دیکھ رہا ہوں دیکھو "مواہب الدنیا"

آیت ۶ پارہ ۱۶ رکوع ۶

وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ۝ — اور کہو اے اللہ زیادہ کر میرا علم

اس آیت میں آپ (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو علم کی زیادتی کے لیے دعا مانگنے کا حکم دیا گیا۔ آپ نے دعا مانگی اور قبول ہوئی ارشاد ہوا اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ تحقیق دیا ہم نے آپ کو کوثر یہاں کوثر سے مراد بہت امت، بہت اختیار اور بہت علم حوض کوثر وغیرہ مراد ہیں۔ مقام غور ہے کہ جو چیز ہمارے حساب میں نہ آسکے اسے ہم کہتے ہیں "وہ بہت ہے" اور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ

وسلم کے علم کو اللہ تعالیٰ نے بہت کہا ہے تو اس کا حساب ہم کیسے لگا سکتے ہیں۔

آیت (۷) پارہ ۳۰ رکوع ۶

وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ ۝	اور نہیں وہ غیب پر بخیل ★

یعنی نبی کریم صلی اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب بتلانے میں بخل نہیں فرماتے بلکہ جو بھی صحیح عقیدہ لے کر آئے۔ اس کو علم غیب سے مالا مال فرماتے ہیں۔ دیکھو مشکوٰۃ باب الکرامات۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی میں خطبہ دیتے ہوئے سینکڑوں میل دور مسلمانوں کی فوج دیکھ رہے اور ان کی مدد فرما رہے ہیں۔ بعض لوگ کہا کرتے ہیں کہ اگر بالفرض مان لیا جائے کہ حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب جانتے ہیں تو بتاؤ کتنا جانتے ہیں؟ کوئی حد ہونی چاہیئے۔

پارہ ۲۷ سورۃ نجم

فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِهٖ مَآ اَوْحٰی ۝ ★	پس ہم نے شب معراج آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لامکاں پر بلا کر وحی فرمائی جو ہمیں منظور تھی

اس آیت سے یہ ثابت ہوا کہ مخلوقات میں سے کوئی بھی آپ کے

علم کا اندازہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جس جگہ علم عطا ہوا۔ وہاں سوائے دینے والے جل شانہٗ اور لینے والے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی موجود نہ تھا۔ ہاں چودھویں صدی میں اگر کوئی اتنی جرأت والا پیدا ہو گیا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کی حد دریافت کرلے۔

سوال (۱) قرآن مجید میں پارہ سات میں ہے کہ "غیب کی کنجیاں اللہ کے پاس ہیں (۲) دوسرے مقام میں ہے کہ" اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ فرمادیں کہ غیب تو اللہ ہی کے لیے ہے (۳) تیسری جگہ ہے کہ" اگر میں غیب جانتا تو بہت سی بھلائیاں جمع کر لیتا"۔ غرض اس مضمون کی بہت سی آیتیں ہیں۔ جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا؟

جواب: غیب کی دو قسمیں ہیں اوّل (۱) وہ غیب جس کی کوئی حد نہیں۔ بغیر کسی وسیلہ کے ذاتی طور پر ہمیشہ سے ابد تک حاصل ہو۔ وہ خاصہ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کا ہے۔ اس کو علم ذاتی کہتے ہیں۔ دوسرا (۲) علم جو اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو جتنا چاہے عطا فرمادے، اس کو علم عطائی کہتے ہیں۔ اوپر سوال میں لکھی ہوئیں اور ان جیسی تمام آیتیں علم ذاتی کے متعلق

نازل ہوئی ہیں، یعنی فرمایا گیا ہے کہ ذاتی طور پر کوئی سوائے اللہ کے کسی بات کو نہیں جانتا۔ اگر اوپر والی آیتوں کا وہی مطلب لیا جائے جو مخالفین بیان کرتے ہیں تو پھر جو آیتیں ہم نے ثبوت علم غیب انبیاء میں پیش کی ہیں، ان کا انکار لازم آتا ہے اور یہ کفر ہے۔ نیز یہ کسی آیت یا حدیث میں نہیں ہے کہ خداوند تعالیٰ بالکل کسی کو غیب پر اطلاع نہیں دیتا۔

سوال ۲ سورۃ لقمان کی آخری آیت میں ہے کہ ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ یعنی قیامت کا علم اور مینہ کب برسے گا اور پیٹ میں کیا ہے اور کل کو کیا کمائے گا اور کہاں مرے گا۔؟

جواب:- یہ ٹھیک ہے، مگر اس میں یہ کہاں ہے کہ وہ ان پانچ چیزوں کا علم کسی کو بھی نہیں دیتا اور نہ دیا ہے؟ دیکھو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرشتوں نے خبر دی کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ایک لڑکا جس کا نام اسحاق علیہ السلام اور پوتا یعقوب علیہ السلام عطا کریگا کیا جب آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ حمل سے تھیں آپ کو ان کے حمل کا حال معلوم نہ تھا؟ یقیناً معلوم تھا۔

پارہ ۱۲ رکوع ۷ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر کہا کہ میں تمہیں ایک ایسا ستھرا بیٹا دینے

آیا ہوں جو گہوارے میں کلام کرے گا، توریت وانجیل کا جاننے والا ہوگا۔ تو ظاہر ہے کہ حمل سے پہلے ہی حضرت مریم کو اپنے بچہ کی پوری عمر اور شان کا علم ہو چکا تھا۔

(سورۃ مریم رکوع ۲)

حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سیّدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں عنقریب بیٹا ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا (مشکوٰۃ شریف)

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر فرمایا یہ میرا بیٹا سیّد ہے، اس کی نسل سے ایک شخص پیدا ہو گا۔ جس کے والدین کا نام عبد اللہ اور آمنہ ہوگا آپ کا یہ فرمان حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ہے دیکھو ابو داؤد بحوالہ احوال الآخرت

علم قیامت کے متعلق صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے قیامت کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ میں اور قیامت اتنے قریب ہیں جتنی یہ دو انگلیاں تو ثابت ہوا کہ علم قیامت آپ سے دور نہیں ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ آپ نے اس کی چھوٹی بڑی تمام نشانیاں بیان فرمادیں۔ نیز فرمایا کہ جمعہ کے روز ہوگی۔ جبکہ محرم کی دسویں تاریخ ہوگی۔

مینہ کے علم کے متعلق

سورۃ یوسف، رکوع ۶ میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے پندرہ سال پہلے خبر دی تھی کہ مینہ برسے گا۔ چنانچہ آپ کا فرمانا پورا ہوا۔

مشکوٰۃ شریف، قیامت کے بیان میں ہے کہ فرمایا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ جب دوسری بار خلقت کو پیدا کرنا چاہے گا، تو کئی روز تک مینہ برسائے گا۔ جس کے سبب سے تمام جاندار انگوریوں کی طرح زمین سے نکلیں گے۔

کل کو کیا کرے گا

بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ جنگِ خیبر میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ، کو جھنڈا دے کر فرمایا کہ یہ کل خیبر فتح کریں گے

کہاں مرے گا

اس کے متعلق مشکوٰۃ شریف باب المعجزات میں ہے کہ جنگ بدر کے موقع پر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکیریں کھینچکر فرمایا کہ کل اس جگہ ابوجہل قتل ہوگا اور اس جگہ فلاں کافر مارا جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قسم کھاکر کہتے ہیں کہ میں نے آنکھوں سے دیکھا۔ جیسا آپ نے فرمایا ویسا ہی ہوا۔

سوال ۳۰ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کچھ قاری تبلیغ کرنے

کے لیے بھیجے تھے جو رستہ میں شہید کر دیئے گئے نیز آپ بہت سے موقع پر اصحاب سے مشورے لیتے تھے اور کئی دفعہ کئی باتیں آپ سے پوچھی گئیں، جن کا جواب آپ نے نہ دیا، اس کی کیا وجہ ہے۔ اگر آپ کو علمِ غیب تھا تو ایسا کیوں ہوا؟

جواب: اللہ تعالیٰ کے بعض نبیوں کو شہید کیا گیا تو کیا اس کو بھی علم نہ تھا کہ پیغمبروں کو کافروں کی طرف بھیج دیا۔ آپ کا اصحاب سے مشورہ کرنا حکمِ قرآنی کے سبب سے تھا جیسا کہ پارہ ۴ رکوع ۸ میں ہے وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ یعنی آپؐ) اُن سے مشورہ کیا کریں اور آپ نے پوچھنے پر جن باتوں کا جواب نہ دیا اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ آپ کو ان کا علم بھی نہ تھا۔ پارہ سات رکوع ۵ کی پہلی آیت میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ بروزِ حشر تمام پیغمبروں (علیہم السلام) سے پوچھے گا کہ تمہاری قوموں نے تمہیں کیا جواب دیا؟ عرض کریں گے ہمیں کچھ علم نہیں تو ہی غیبوں کا جاننے والا ہے۔ سورہ طٰہٰ رکوع ۱ میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے۔ نیز پارہ ۲ رکوع ۸ آیت ۱۱۲ میں ہے کہ "لوگوں نے چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کے متعلق سوال کیا جس کا اللہ تعالیٰ نے جواب نہ فرمایا۔" تو ثابت ہوا کہ اگر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی بات کو دوسروں سے پوچھیں یا کسی مسئلہ کا

کا جواب نہ فرمائیں، تو اس سے آپ کا نہ جاننا ثابت نہیں ہوتا۔ دیکھو اللہ تعالیٰ باوجود سب کچھ جاننے کے پیغمبروں سے سوال کرے گا۔ اور پیغمبر علیہم السلام بھی باوجود جاننے کے عرض کریں گے ہمیں علم نہیں۔

سوال؟ منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر بہتان لگایا تھا۔ اگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اصل واقعہ کا علم ہوتا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو ان کے ماں باپ کے گھر کیوں بھیجتے اور کیوں رنجیدہ خاطر ہوتے؟

جواب اگر ایمان وانصاف کی عینک سے دیکھا جائے تو اس واقعہ سے آپ کا غیب داں ہونا اچھی طرح ثابت ہے آپ کو علم تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی پاکدامنی خود رب کریم جل شانہٗ بیان فرمائے گا۔

اس لیے آپ نے مجمع عام میں وحی سے پہلے کوئی فیصلہ نہ فرمایا صرف اپنے صحابہ کو جمع کر کے منبر پر تشریف رکھ کر فرمایا "مجھے اللہ کی قسم کہ میں اپنے گھر والوں میں سوائے بھلائی کے کچھ نہیں دیکھتا۔" (دیکھو بخاری شریف واقعہ افک)

اب جو شخص آپ کے علم غیب جاننے پر یہ اوپر والا سوال کرتا ہے، اسکو اللہ تعالیٰ کے محبوب کے قسم کھا کر بیان کرنے پر بھی اعتبار نہیں۔ اللہ تعالیٰ اسے سمجھ عطا کرے۔

آپ کے وحی سے پہلے فیصلہ نہ فرمانے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ دنیا کا اصول ہے کہ جب کسی میجسٹریٹ پر الزام لگایا جائے تو اس کا فیصلہ وہ خود نہیں کر سکتا، بلکہ اس سے بڑی عدالت اس کا فیصلہ کرتی ہے، آپ کا رنجیدہ ہونا اس سبب سے تھا کہ عام انسانوں میں سے اگر کسی پر کوئی جھوٹی تہمت لگا دی جائے تو اس کو بہت رنج ہوتا ہے۔ آپ تو تمام خدائی کے آقا و مولیٰ ہیں اور سب دنیا کو ہدایت کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں۔ آپ کو کیوں نہ رنج ہوتا

سوال ۵: غیب کے معنی چھپی ہوئی چیز کے ہیں، جو کچھ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا گیا، وہ ان کے لیے پوشیدہ نہ رہا۔ لہٰذا آپ کو غیب جاننے والا کہنا جائز نہ ہوا؟

جواب: اگر آپ کے سوال کو صحیح سمجھا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی غیب داں کہنا جائز نہ ہوگا؟ کیونکہ اس سے تو کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔ حالانکہ قرآن شریف میں بہت مقام پر آیا ہے کہ اللہ غیب جاننے والا ہے۔

سوال ۶: بعض بے سمجھ کہتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کبھی علم غیب ہوتا تھا اور کبھی نہیں۔

جواب: ۱۔ ان کا ایسا کہنا بالکل غلط ہے۔ کیونکہ پارہ ۱۰ رکوع ۳ میں ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو نعمت

دنیا ہے تو جب تک اس قوم کی نیتیں نہ بدلیں اس کو نہیں چھینتا
چنانچہ علم سب نعمتوں سے بڑی نعمت ہے، جو اللہ تعالیٰ نے اپنے
پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عطا کیا۔ نہ آپ کی نیت شریفہ
میں کبھی فرق آیا اور نہ علم آپ سے چھینا گیا

نیز پارہ ۳۰ سورہ اعلیٰ میں ہے
سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰىٓ
اے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم آپ کو پڑھاتے ہیں جس کو آپ نہ بھولیں گے۔

اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم سے علم کسی حالت میں بھی جدا نہ ہوگا۔

چھٹا باب

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حاضر و ناظر ہونے کا بیان

ہم اہل سُنّت کا عقیدہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو آپ کی ظاہرہ حیات میں اور وصال شریف کے بعد بھی اللہ تعالیٰ نے یہ قدرت دی ہے کہ آپ تمام خدائی کو مثل ہتھیلی ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اور ایک ہی وقت میں بعطائے الٰہی ساری دنیا میں موجود ہو سکتے ہیں، اور ہیں۔ یہی معنیٰ ہیں حاضر و ناظر کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

آیت (۱) پارہ ۲، رکوع ۱

وَیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَیْکُمْ شَہِیْدًا ۰	اور ہوئے رسُولِ اکرم اوپر تمھارے گواہ

آیت (۲) پارہ ۲۶، رکوع ۹

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاہِدًا	بلشیک ہمنے بھیجا آپ کو گواہی دینے والا۔

اسی قسم کی چار اور آتیں ہیں، جو طوالت کی وجہ سے نہیں لکھی گئیں گویا چھ آیتوں میں آپ کو گواہ فرمایا گیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

اور یہ مانی ہوئی بات ہے کہ گواہی وہ ہی دے سکتا ہے جو موقع پر حاضر ہو اور واقعہ کو دیکھ رہا ہے۔ چونکہ آپ کو تمام جہان کا گواہ فرمایا گیا اس لیے ماننا پڑے گا کہ جہان میں جو کچھ ہوا اور ہوتا ہے اور ہوگا اس کو آپ بچشم خود دیکھ رہے اسی کو حاضر و ناظر کہتے ہیں۔

آیت (۳) پارہ ۲۶ رکوع ۱۳

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ	اور جانو تم تحقیق تم میں اللہ کا رسول موجود ہے۔

اسی طرح پارہ ۴ رکوع اوّل میں بھی ہے۔

۶ آیت (۴) پارہ ۱۷، رکوع ۷

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝	بھیجا ہم نے آپکو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم رحمت واسطے سب جہانوں کے۔

اس آیت سے بھی آپ کا ہر جگہ موجود ہونا ثابت ہوتا ہے' وہ اس طرح کہ قرآن شریف میں ہے کہ ہم نے پانی کے سبب سے تمام چیزوں کی زندگی بنائی تو ضروری ہوا موجود ہونا پانی کا نزدیک ہر چیز کے' ایسے ہی چونکہ آپ تمام جہانوں کے لیے رحمت ہیں' پس بے شک موجود ہیں نزدیک ہر چیز کے۔

سوال (۱) قرآن شریف پارہ ۲۳ کے آخر میں ہے اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم' یہ کافر بھی مرنے والے ہیں' اور آپ بھی فوت ہوں گے

نیز یہ بھی قرآن پاک کی آیتوں سے ثابت ہے کہ جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔ لہٰذا بحکمِ قرآنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو پھر حاضر ناظر کیسے رہے؟

جواب:۔ اس مضمون کی جتنی آیتیں اور حدیثیں ہیں، ان سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا وصال ہوا، تو یہ بات متفقہ ہے کہ آپ کو ایک سیکنڈ قانونِ خداوندی پورا کرنے کے لیے موت آئی۔ مگر اسی وقت آپ کی روحِ پاک کو آپ کے جسمِ اقدس میں لوٹا دیا گیا، دیکھو ابنِ ماجہ بحوالہ مشکوٰۃ باب الجمعہ :۔ فرمایا کہ جمعہ کے دن مجھ پر بہت درود بھیجا کرو کہ تمہارے درود میرے سامنے پیش ہوتے ہیں عرض کیا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم، آپ کی وفات کے بعد بھی ہمارے صلوٰۃ وسلام آپ کے سامنے پیش کیے جائیں گے؟ اس پر آپ نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَأْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ یعنی بیشک اللہ تعالیٰ نے حرام کیا زمین پر یہ کہ نبیوں کے جسموں کو کھائے، پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہے، رزق دیا جاتا ہے۔

اس کے علاوہ قرآن مجید میں شہیدوں کے متعلق آیا ہے کہ "ان کو مردہ خیال کرکے اپنی زبانوں سے مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں اور رزق دیئے جاتے ہیں" نیز ایک گیس جو نیچے طاقچہ میں رکھا ہے اگر اس کو

اونچی جگہ لٹکا دیا جائے تو کیا اس کی روشنی جاتی رہے گی؟ نہیں بلکہ پہلے سے بہت زیادہ ہوگی۔ اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ تعالیٰ علیہ وسلم دنیائے فانی کو چھوڑ کر ایسے مقام اعلیٰ پر تشریف فرما ہیں کہ جہاں سے آپ خدا کی عطاء سے ہر چیز کو اپنی ہتھیلی کی طرح دیکھ رہے ہیں۔

سوال (۲) ہر جگہ موجود ہونا، تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، کسی دوسرے میں اس کو ثابت کرنا شرک ہے۔

جواب چاند، سورج، پانی، ہوا تقریباً ہر جگہ موجود ہیں نیز ایک آدمی کسی ریڈیو اسٹیشن پر بولتا ہے تو اس کی آواز ہر ریڈیو والے کے پاس موجود ہوتی ہے، بلکہ اب تو ٹیلی ویژن کے ذریعہ ہر جگہ بولنے والے کی تصویر بھی موجود ہوتی ہے، مگر اس کو کوئی بھی شرک نہیں کہتا۔

اگر اللہ تعالیٰ کی عطاء سے محبوب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر جگہ موجود اور حاضر و ناظر ہوں تو اس میں کون سا شرک ہے؟

سوال (۳) اگر حضور اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور اور حاضر و ناظر ہیں تو نظر کیوں نہیں آتے؟

جواب بدن میں جان ہے جو نظر نہیں آتی، پھول میں خوشبو، پھل میں مٹھاس، پانی میں ہوا، یہ سب

چیزیں نظر نہیں آتیں۔ دیگر اللہ تعالیٰ ہر جگہ ہے۔ مگر نظر نہیں آتا
دو نوری فرشتے ہر ایک کے ساتھ ہیں وہ بھی نظر نہیں آتے
تو کیا ان سب کا انکار کروگے؟ نیز حضور اکرم سیّد عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم عام لوگوں کی نظر سے غائب ہیں، مگر اللہ کے
خاص بندے خواب اور بیداری میں زیارت سے مشرف
ہوتے ہیں۔ مشکوٰۃ شریف باب الرؤیا میں ہے۔ مَنْ رَّاٰنِیْ
فَقَدْ رَاٰی الْحَقَّ۔ یعنی جس نے مجھ کو دیکھا حق دیکھا۔ کیونکہ شیطان
میری شکل نہیں بن سکتا۔

سوال (۴) اگر آپ کو حاضر ناظر سمجھا جائے تو ضروری ہے
کہ ہر پلید جگہ اور جہاں بدمعاشیاں ہوتی ہیں
وہاں بھی موجود ہوں اور یہ آپ کی بے ادبی ہے؟

جواب اللہ تعالیٰ جل شانہٗ جو ہر جگہ موجود ہے، کیا اس کی
بے ادبی نہیں؟ پہلے سوچو پھر بات کرو۔

سوال (۵) اگر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ناظر
ہیں تو تم ان کو جماعت کے وقت آگے کیوں
نہیں کھڑا کرتے، خود کیوں امام بنتے ہو؟

جواب تم قرآن وحدیث سے یہ ثابت کرو کہ جس جگہ
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم موجود ہوں وہاں کوئی

اور امام نہیں بن سکتا۔ دیکھو مدینہ شریف میں حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ظاہری حیات پاک میں دس برس تک تشریف رکھتے تھے، مگر اس شہر میں کئی لوگ جماعت سے آگے پیچھے بھی نمازیں پڑھتے تھے، اور کئی صحابہ مدینہ پاک کے محلوں میں امامتیں کراتے تھے۔ آپ نے یہ حکم نہیں فرمایا کہ جو شخص اس ہماری مسجد میں ہمارے پیچھے نماز نہ پڑھے، اس کی نماز ناجائز ہے دیکھو مشکوٰۃ وغیرہ حدیث پاک کی کتابیں

اس کے علاوہ قرآن شریف پارہ ۲۱ سورہ احزاب رکوع ۱ میں ارشاد ہے اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ یعنی یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہت قریب ہیں مومنوں کے ساتھ ان کی جانوں سے بھی تو ہم خدا کے فضل سے مومن ہیں بحکم قرآن کریم ہمارے پیارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہماری جانوں سے بھی ہمارے قریب ہیں۔ آگے کھڑا کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہماری تو نمازیں ہی نہیں، بلکہ تمام نیکیاں انہی کے پیچھے ہوتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہے وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

سوال (۶) قرآن شریف میں ہے کہ "اپنی آوازوں کو نبی کی

آواز پہ اونچا نہ کرو"۔ آپ لوگ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر سمجھتے ہیں اور لاؤڈ سپیکروں میں اونچی اونچی آواز سے یارسول اللہ کے نعرے لگاتے ہیں تو کیا یہ آپ کی بے ادبی نہیں ؟

جواب بھائی صاحب! تم اپنے مولویوں سے کوئی مسئلہ سنو تو اتنا عرض کر دیا کرو کہ "حضرت ہم کو پورا مسئلہ بتا دو" سنو! قرآن شریف پارہ ۲۶، سورہ حجرات، آیت ۲۔ ترجمہ اے مسلمانوں نہ اونچی کرو اپنی آوازیں اوپر آواز نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے"۔ دوستو! اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے کہ جب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کلام فرمائیں تو ان کی آواز پہ اپنی آواز کو بلند نہ کرو۔ آپ لوگ اتفاق کر کے ہمیں کسی آیت یا حدیث سے ثابت کر دیں کہ فلاں وقت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کلام فرماتے ہیں۔ ہم اس وقت میں بالکل آہستہ آواز سے پڑھنا اور باتیں کرنا شروع کر دیا کریں گے اور آپ کا تہ دل سے شکریہ بھی ادا کریں گے۔

ساتواں باب

استمدادِ انبیأ و اولیاء اور ان کا وسیلہ لینے کا بیان

ہم اہلِ سنّت کا عقیدہ ہے کہ انبیاء و اولیاء سے مدد مانگنا اور ان کا وسیلہ لینا ان کی حیاتِ ظاہری میں ہو، یا ان کے وصال کے بعد ہر طرح جائز ہے، وہ خُداوند تعالیٰ کے حکم سے اپنے غلاموں اور مریدوں کی مدد فرماتے اور حاجتیں پوری کرتے ہیں اس پر قرآن و حدیث اور علماء کے اقوال سے بے شمار دلائل لکھے جا سکتے ہیں، مگر چند دلیلیں نقل کرتا ہوں۔

آیت (۱) فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ ۝ (پارہ اوّل۔ رکوع ۴) | پس سیکھے آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے چند کلمے۔

اس آیت کی تفسیر میں بیہقی، حاکم، ابونعیم، معارج النبوت اور تفسیر خزائن العرفان وغیرہ میں حضرت مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے باہر تشریف لائے تو کئی سال رونے کے باوجود بھی ان کی توبہ قبول

نہ ہوئی، ایک دن انہوں نے اپنی دعا میں یوں عرض کیا کہ اے اللہ مجھے اپنے پیارے محبوب نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ سے معاف فرما دے۔ چنانچہ اسی وقت توبہ آپ کی منظور ہوئی اور ارشاد ہوا۔

اے آدم! تم نے میرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کیسے پہچانا؟ عرض کی، الٰہی میں نے پیدا ہوتے ہی عرش پر کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوا دیکھا۔ پس مجھے عزت اور بزرگی ان کی معلوم ہوئی۔

آیت نمبر ۲ پارہ اوّل رکوع ۱۱

وَ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ	اور تھے وہ پہلے فتح مانگتے ان لوگوں پر جو کافر ہوئے۔

★

اس آیت میں ان یہودیوں کا بیان ہے جو سرکار مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے جب کافروں سے لڑتے تو اپنی دعا میں یوں عرض کرتے کہ "اے اللہ" ہمیں اپنے نبی آخر الزمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلہ سے کافروں پر فتح و نصرت دے" دیکھو بخاری شریف، تفسیر روح البیان اور خزائن العرفان و تفسیر محمدی وغیرہ

ابنِ ماجہ شریف، صلوٰۃ الحاجہ کی مشہور حدیث ہے کہ ایک نابینا بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ حضور آپ مجھ کو خدا سے آنکھیں دِلوا دیجئے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا صبر کر، اس کا بدلہ جنت ہے۔ اس نے عرض کی حضور! جنت تو آپ کی نعلین پاک کے صدقہ میں مل ہی جائے گی۔ مگر دل چاہتا ہے کہ دنیا میں آنکھیں ہوں کہ زندگی آسانی سے گزر جائے۔ حضورِ اکرم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کو یہ دعا تعلیم فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَسْئَلُکَ وَاَتَوَجَّہُ اِلَیْکَ بِمُحَمَّدٍ نَّبِیِّ الرَّحْمَۃِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّھْتُ بِکَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ ھٰذِہٖ لِتَقْضِیَ اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْہُ فِیَّ قَالَ اَبُو اِسْحٰقَ ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ	اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد رحمۃ للعلمین کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم تحقیق میں نے آپ کے وسیلہ سے اپنے رب کی طرف توجہ کی اپنی اس حاجت میں تاکہ وہ

پوری ہو۔ اے اللہ میرے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت قبول فرما، حافظ ابو اسحاق نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔

چنانچہ اس نابینا نے جب یہ دعا پڑھی تو اس کی آنکھیں روشن

ہو گئیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوبوں کا وسیلہ اور ان سے مدد مانگنا سنت ہے، جس کی تعلیم خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دی۔ کیونکہ آپ نے اس بینا کو یہ نہیں فرمایا کہ اس دعا کو ہمارے سامنے پڑھنا اور اس کی خاص تجھے ہی اجازت ہے۔ بلکہ جس وقت بھی جس مسلمان کو جو جائز حاجت درپیش ہو، خالص نیت سے اس دعا کو پڑھے، حاجت اس کی پوری ہوگی۔ کسی کو بھی اس میں اعتراض کی گنجائش نہیں۔

مشکوٰۃ شریف باب الکرامات میں ہے کہ ایک دفعہ بارش نہ ہونے سے سخت قحط پڑ گیا، تمام اہل مدینہ جمع ہو کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے اُمّ المومنین! بارش بند ہو چکی ہے، مخلوق خدا سخت مشکل میں ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ تم روضۂ اطہر پہ حاضر ہو کر اس کی چھت میں سوراخ کر دو یہاں تک کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ نہ ہو، بارش اسی وقت ہو جائے گی۔ چنانچہ لوگوں نے جب مطابق فرمان حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سوراخ کیا، تو اتنی بارش ہوئی کہ لوگوں نے اس برس کا نام "میلتہ کا سال" رکھا۔

پارہ ۲ رکوع ۱۶ میں ایک تابوت یعنی صندوق کا ذکر ہے جسمیں انبیاء علیہم السلام کی قدرتی بنی ہوئی تصویریں تھیں اور موسیٰ علیہ السلام کا

عصا، ہارون علیہ السلام کی نعلین اور ہمارے حضور صلے اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکان شریف کا نقشہ اور دیگر بہت سے تبرکات اس میں تھے۔ وہ تابوت بنی اسرائیل کے پاس تھا۔ جب کوئی ان کو مشکل درپیش ہوتی اور کوئی معیبت پڑ جاتی، خصوصاً جب کافروں کے ساتھ جنگ کرتے تو اس کو سامنے رکھ کر اس کے وسیلہ سے دعا کرتے تو مشکلیں ان کی آسان ہو جاتیں اور مصیبتیں ٹل جاتیں اور کافروں پر فتحیاب ہوتے۔

دیکھو صندوق میں انبیاء علیہم السلام کے فوٹو تھے، جن کی برکت سے بنی اسرائیل کی حاجتیں پوری ہوتی تھیں، ان کے مزارات، جن میں وہ اپنے نوری جسم کے ساتھ رہیں، نمازیں پڑھتے اور اللہ کے حکم سے جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں، ان پر حاضر ہو کر ان سے فیض حاصل کرنا اور ان سے مدد مانگنا کس طرح شرک ہو سکتا ہے؟

اس کے علاوہ معمولی عقل کا انسان بھی جانتا ہے کہ بغیر مدد اور وسیلہ کے کوئی دنیا و دین کا کام پورا نہیں ہو سکتا۔ کھانا پکوانے کے لیے، کپڑے صاف کرانے کے لیے، جوتی بنوانے یا مرمت کرانے کے لیے، بستر بچھوانے کے لیے، زمین الاٹ کرانے کے لیے، دریا سے پار جانے کے لیے ہزاروں میل کا سفر طے کرنے کے لیے، نوکروں، عورتوں، دھوبیوں، موچیوں، پٹواریوں، کشتیوں، کاروں، ریل گاڑیوں اور ہر قسم کے جہازوں اور

اور دیگر سواریوں سے مدد لینی پڑتی ہے۔ نیز علم پڑھنے کے لیے استاد کی مدد درکار ہے اور نماز پنجگانہ اکیلا پڑھے تو ایک کا ثواب ، اگر امام کا وسیلہ لے کر جماعت سے ادا کرے تو بحکم حدیث شریف ستائیس نمازوں کا ثواب پائے گا۔ اس مسئلہ پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ عاجز نے مختصراً عرض کیا۔

آٹھواں باب

یارسول اللہ کہنے اور نعرہ رسالت کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ یارسول اللہ کہنا اور نعرہ رسالت لگانا سُنّت صحابہ اور طریقۂ اولیاء کرام ہے اور اس کے ناجائز ہونے پر کوئی شخص دلیل واضح پیش نہیں کر سکتا۔ ابن ماجہ کی نابینے والی حدیث جس میں آپ نے اسکو فرمایا کہ یہ کہو یا محمد" صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس سے صاف طور پر ثابت ہو رہا ہے کہ "یارسول اللہ" کہنے کی اجازت خود آپ (صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے دی۔ یہ بات ہم اوپر چھٹے باب میں لکھ آئے ہیں کہ یہ حدیث خاص نابینے کے لیے نہیں بلکہ سارے مسلمانوں کے لیے ہے۔

نیز قرآن شریف میں یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ، یٰاَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ یٰاَیُّھَا الرَّسُوْلُ غرض اس قسم کی آٹھ آیتیں ہیں۔ جن میں آپ کو یارسول اللہ کہا گیا ہے، جن کو سب مسلمان شب و روز پڑھتے ہیں اور ہر نمازی التحیات میں عرض کرتا ہے یارسول اللہ آپ پر سلام ہو اس کے علاوہ حضرت امام زین العابدین، حضرت عمر رضی

اللہ تعالیٰ عنہا اور آپ کی پھوپھی صاحبہ وغیرہم بڑے بڑے اکابر نے آپ کے وصال کے بعد یا رسول اللہ کہکر پکارا۔ دیگر کروڑوں اولیاء امت وعلماء ملت آج تک ہوئے ہیں، جن کی نعتوں اور قصیدوں میں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم موجود ہے۔

حدیث : از مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۴۱۱

فَصَعِدَ الرِّجَالُ وَالنِّسَآءُ فَوْقَ الْبُيُوْتِ وَتَفَرَّقَ الْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ فِي الطُّرُقِ يُنَادُوْنَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

جس وقت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو عورتیں اور مرد مکانوں کی چھتوں پر چڑھے اور لڑکے بالے گلی کوچوں میں مارے خوشی کے دوڑتے تھے اور سب یا رسول اللہ یا رسول اللہ کے نعرے لگاتے تھے۔

یہ حدیث سند ہے نعرۂ رسالت لگانے کی۔ جو لوگ یا رسول اللہ کہنے اور نعرۂ رسالت کو ناجائز کہتے ہیں اور اس سے روکتے ہیں ان کے پاس کوئی آیت یا حدیث ایسی نہیں، جس سے اس کی ممانعت صاف طور پر ثابت کر سکیں۔ صرف وہ آیتیں پیش کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے بتوں کو پکارنے والے کی پکار کو نہ سننے اور جواب نہ دینے اور ان کی مجبوریوں کا بیان ہے۔ چنانچہ تفسیر خازن وجلالین

نے ان آیتوں میں جہاں لفظ تَدْعُوْنَ وَیَدْعُوْنَ
یعنی پکارتے ہو یا پکارتے ہیں آیا ہے تَعْبُدُوْنَ وَیَعْبُدُوْنَ
یعنی عبادت کرتے ہو یا کرتے ہیں لکھا ہے تو مسئلہ صاف ہو گیا کہ ان
آیتوں سے یَارَسُوْلَ اللّٰہ کہنا ناجائز ثابت نہیں ہوتا، بلکہ یہ تو
بتوں کے رد میں نازل ہوئی ہیں۔ دیگر مسلمانوں کو حکم ہے کہ قبرستان
میں جاکر کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْر۔ دیکھو
جب قبر والوں کو "یا" کہنا جائز ہے تو آپ کو یَارَسُوْلَ اللّٰہ
کہنا کس طرح ناجائز ہو سکتا ہے؟ عقل سے کام لو۔

نواں باب

ختم شریف کے بارے میں

سوال: جب کوئی مسلمان فوت ہو جاتا ہے تو اس کے تیجے ہفتے اور چالیسویں وغیرہ کے دنوں میں بہت سے آدمی جمع ہو کر کلمہ شریف، قل شریف اور قرآن شریف ختم کرتے ہیں اور استغفار پڑھتے ہیں۔ نیز میت کے وارث کھانے پکوا کر کھلاتے ہیں کہ ان کاموں کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ مگر بعض لوگ جو بظاہر بڑے نیک بخت معلوم ہوتے ہیں۔ وہ اس طریقہ کو ناجائز و حرام کہتے ہیں۔ کیا واقعی ایسا کرنا جائز ہے؟ یا نہیں۔

جواب: نیک اعمال، خواہ زبان سے کیے جائیں۔ جیسا قرآن شریف، قل شریف، استغفار وغیرہ پڑھنا یا سارے بدن سے کیے جائیں، جیسے نوافل ادا کرنا یا مال جیسے صدقہ و خیرات دینا ان سب کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ اس پر قرآن و حدیث کے بے شمار دلائل موجود ہیں اور اس کا انکار کرنا گمراہی اور بے دینی ہے۔

آیت (۱) رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ | اے اللہ بخش مجھکو اور میرے

وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ — ماں باپ کو اور تمام مومنوں کو
یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ ؕ — جس دن قیامت قائم ہوگی۔

(سورہ ابراہیم رکوع ۶)

آیت ۲ سورۂ نوح کی آخری آیت اے اللہ مجھے اور میرے ماں باپ کو بخش اور جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل اسے بھی اور سب مومن مردوں اور عورتوں کو بخش دے

ان دو آیتوں میں دو پیغمبروں یعنی حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہما السلام کی دُعا کا ذکر ہے کہ انہوں نے یوں عرض کیا، الہٰی قیامت تک جس قدر مرد اور عورتیں مومن ہوں گے اور جو ہو چکے ہیں، سب کو بخشدے تو ثابت ہوا کہ زندہ اور مردہ مسلمان مرد و عورت کے لیے دعاءِ بخشش کرنا سُنّتِ انبیاء ہے۔

مشکوٰۃ شریف باب الاستغفار ص ۲۰۶ میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میّت قبر میں پانی میں ڈوبنے والے کی طرح ہوتی ہے اور ہر وقت امیدوار رہتی ہے، دعائے والدین اور بھائی اور دوست و آشنا کی، اور جس وقت کوئی میت کے لیے دعا کرتا ہے تو وہ میت اپنی قبر میں اس سے زیادہ خوش ہوتی ہے کہ اسکو روئے زمین کی حکومت حاصل ہو اور بے شک اللہ تعالیٰ داخل کرتا ہے دعائیں زمین والوں

کی قبروں میں پہاڑوں کی مثل بناکر اور بے شک تحفہ بھیجنا زندوں کا مردوں کے لیے دعائیں مانگنا اور استغفار پڑھنا عین مطابق فرمانِ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہے اور اس سے مردوں کو بے حد خوشی حاصل ہوتی ہے۔

مشکوٰۃ شریف صد ۳۲ پر ہے

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَامَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْہُ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثَۃٍ مِنْ صَدَقَۃٍ جَارِیَۃٍ اَوْعِلْمٍ یُنْتَفَعُ اَوْوَلَدٍ صَالِحٍ

عمر ہیں پڑھتا رہا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب انسان مرجاتا ہے تو سوائے تین عملوں کے باقی اعمال اس کے ختم ہو جاتے ہیں۔ وہ تین ہیں (۱) صدقہ جاریہ (۲) اولاد نیک جو اس کے لیے دعا کرے (۳) وہ شرعی علم جس کو وہ اپنی

خلاصہ اس حدیث کا یہ ہے کہ انسان کے فوت ہو جانے کے بعد صرف اولادِ نیک اور صدقہ جاریہ اور علمِ دین ہی ایسے کام ہیں جن کا ثواب اس کو قبر میں بھی پہنچتا رہتا ہے تو ظاہر ہے کہ جب دینی

علم کا ثواب مرنے کے بعد پہنچتا ہے تو قرآن شریف کو جو تمام علموں کی جڑ ہے اور خداوند کریم کا سچا کلام ہے، اگر وہ کسی کو پڑھا کر فوت ہو جائے تو اس کا ثواب ضرور پہنچے گا اور پھر اگر یہی قرآن شریف کسی میّت کے ایصالِ ثواب کے لیے ختم کیا جائے تو اس کا اس کا ثواب لازمی طور پر پہنچے گا۔ کوئی شخص کسی کتاب سے کوئی ضعیف حدیث بھی نہیں دکھا سکتا جو اس کی ممانعت پر دلالت کرتی ہو۔

آیت پارہ ۲۲ سورۃ سبا رکوع ۵

وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا وَهُمْ فِي الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ ۝

اور تمہارے مال اور تمہاری اولاد اس قابل نہیں کہ تمہیں ہمارے قرب تک پہنچائے مگر وہ جو ایمان لائے اور نیکی کی، ان کے لیے دُگنا اجر ہے ان کے عملوں کا بدلہ اور وہ جنت کے محلوں میں امن چین سے ہے۔

خلاصہ اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عام لوگوں کو فرمایا کہ تمہارے مال اور اولاد ایسی نہیں کہ تمھیں ہمارے قریب کر دے مگر جو ایمان لا کر نیک کام کریں، یعنی مال جو نیک کاموں میں لگایا جائے اور اولاد جس کو نیک بخت بنایا جائے، وہ تمہارے لیے دین و دنیا

قبر و قیامت میں فائدہ مند ثابت ہوگا۔

یہاں تک جو ہم نے لکھا ہے اس میں سوال کے اکثر حصے کا جواب ہو چکا ہے، باقی ماندہ حصے کا جواب عرض ہے :۔ میت کے وارثوں کا اس کی طرف سے کھانا کھلانا اور میوہ جات تقسیم کرنا پارہ ۴ رکوع

۱۲۔ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝

اور جب حاضر ہوں بانٹنے کے وقت قریبی اور یتیم اور مسکین پس دو اس میں سے ان کو اور اچھی بات کہو۔

★

خلاصہ : اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ میت کے وارثوں کو حکم خداوندی ہے کہ اے وارثو! جب تم میت کا ترکہ بانٹنے لگو اور میت کے وہ قریبی جن کو ورثہ نہیں پہنچتا اور یتیم و مسکین تمہارے پاس موجود ہوں تو نابالغ اور دیوانے وارثوں کے حصے الگ کرنے کے بعد اپنے حصوں میں سے ان کو بھی کچھ دو اور یہاں قید نہیں چاہے کھانا پکا کر، خواہ کچا اناج، چاہے نقدی دیں۔ ہر طرح جائز اور حکم خدا کی فرمانبرداری ہے۔ چنانچہ صحابہ کا اس پر عمل رہا۔ محمد بن سیرین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میت کے ترکہ سے میرے باپ نے ایک بکری ذبح کر کے کھلائی اور یہی اوپر لکھی ہوئی آیت

پڑھتے جاتے تھے۔ دیکھو تفسیر فضائل العرفان ثابت ہوا کہ میت کے مال سے کھانا کھلانا آیت قرآنی اور عمل صحابہ کا اتباع ہے۔

حدیث از مشکوٰۃ شریف ص ۵۴۴) حضرت عاصم ابن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک انصاری کے جنازہ پر تشریف لے گئے، جب دفن سے فارغ ہوئے تو اس میّت کی عورت نے آپ کی اور تمام نمازِ جنازہ پڑھنے والے صحابہ کی دعوت کی اور اس نے ایک بکری ذبح کر کے گوشت پکا کر حاضر خدمت کیا۔ جب لوگ کھانے لگے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کھانا تناول نہیں فرماتے پھر آپ نے فرمایا کہ یہ بکری جو ذبح کی گئی ہے۔ اپنے مالک کی اجازت کے بغیر کی گئی ہے۔ چنانچہ جب اس عورت سے دریافت کیا گیا، تو معلوم ہوا کہ اس نے ایک عورت سے خریدی تھی۔ جس نے اپنے خاوند سے اجازت نہیں لی تھی۔ آپ نے فرمایا یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔ اس حدیث کو ابو داؤد نے روایت کیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ میّت کے مال سے اگر وارث کھانا پکا کر کھلائیں تو جائز ہے اور اس دعوت میں جانا سنت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے اگر کوئی کہے کہ آپ نے وہ کھانا کھایا تو نہیں؟ تو میں کہتا ہوں کہ نہ کھانا آپ کا اس وجہ سے نہیں تھا کہ یہ میّت کے گھر

کا ہے اور حرام ہے اگر یہی وجہ ہوتی تو آپ دعوت ہی قبول کیوں فرماتے اور اس کے گھر مع اپنے صحابہ کے کیوں تشریف لے جاتے، وجہ نہ کھانے کی وہ ہے جو آخر حدیث میں مذکور ہے۔

بخاری شریف پارہ ۱۱ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کا انتقال ہوگیا اور وہ اس وقت ان کے پاس موجود نہ تھے۔ جب آئے تو خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری ماں کا انتقال ہوگیا ہے اور میں ان کے پاس موجود نہ تھا۔ کیا انہیں کچھ نفع دے گا؟ اگر میں ان کی طرف سے صدقہ دوں؟ تو آپ نے فرمایا ہاں ضرور پہنچے گا۔ حضرت سعد نے کہا اچھا میں آپ کو گواہ کرتا ہوں کہ میرا باغ جس کا نام "مخارف" ہے اس کو اپنی ماں کی طرف سے صدقہ کرتا ہوں۔

بھائیو! دیکھو آج مسلمان اپنے مردوں کی طرف سے چند پیسوں سے کچھ میوے خرید کر تقسیم کرتے ہیں۔ مگر حضرت سعد اصحابی ہیں۔ جنھوں نے سارا باغ ہی صدقہ کر دیا تو آج حدیث کو ماننے کا دعویٰ کرنے والے کس مونھ سے کہہ سکتے ہیں کہ میت کی طرف سے میوہ جات تقسیم کرنا ناجائز ہے۔

سوال: یہ تو ثابت ہو گیا کہ نیک کاموں کا ثواب میت کو پہنچتا ہے

مگر یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کے وارثوں میں بعض نابالغ بھی ہوتے ہیں اور بعض بالکل غریب۔ مگر ان کو مجبوراً تیسرے دن تین کھانے اور ساتویں دن سات کھانے پکانے پڑتے ہیں نیز اور کئی قسم کے رواجی خرچ انہیں برداشت کرنے پڑتے ہیں، اس کا شریعت میں کہاں ثبوت ہے؟

جواب: بھائی ہم تو آپ کو قرآن وحدیث کی سیر کرا رہے ہیں مگر آپ ہمیں جاہلانہ انداز میں باتیں سناتے ہیں۔ دیکھو خزائن العرفان خازن، تفسیر نعیمی، دیگر کتب فقہ، تمام علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ میّت کے وارثوں میں جتنے نابالغ ہوں، دیوانے، غریب ہوں، ان کا حصّہ نکال کر باقی ماندہ مال میں جس قدر چاہیں اور جیسا چاہیں اور جب چاہیں صدقہ کریں۔ خواہ پندرہ کھانے پکا کر کھلائیں، چاہے ایک سال تک مولوی صاحب کو مع طالب علموں کے کھانا کھلاتے رہیں، جائز اور کارِ ثواب ہے۔ دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں جو اس کے ناجائز ہونے پہ کوئی آیت یا حدیث پیش کرے۔

سوال: مانا کہ میّت کو صدقات، تلاوت وغیرہ کا ثواب پہنچتا ہے مگر آپ لوگ تاریخیں کیوں مقرر کرتے ہیں؟ اس کا شریعت میں کوئی ثبوت نہیں لہٰذا ناجائز ہے۔

جواب: دوستو! ہم اہل سنّت کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ مقررہ

تاریخوں کے علاوہ ثواب نہیں پہنچتا اور مقرر کرنے کو ہم فرض، واجب نہیں سمجھتے بلکہ آگے پیچھے بھی ایصالِ ثواب کر لیتے ہیں۔ دوسرے دن تیجہ چھٹے دن ہفتہ وغیرہ کو ہمارے یہاں ثواب پہنچایا جاتا ہے۔ تاریخوں کا تقرر صرف لوگوں کی سہولت کے واسطے ہے کہ وہ مقررہ تاریخوں پر آکر ایصالِ ثواب میں شمولیت کر سکیں۔ نیز اولیاء اللہ سے بھی ثابت ہے کہ وہ ان مقررہ تاریخوں پر ایصالِ ثواب کرتے چلے آئے ہیں اور ہمیں پانچ وقت نماز میں یہ سبق دیا گیا ہے کہ اولیاء اللہ کی راہ پر چلنے کی دعا کیا کرو اور یہ بھی فرمانِ خداوندی ہے کہ اولیاء اللہ کی فرمانبرداری کرو۔ اس کے علاوہ کسی نیک کام کے لیے وقت اور جگہ کا مقرر کرنا حدیث شریف سے بھی ثابت ہے۔ دیکھو مشکوٰۃ باب لقاء المیت۔

عورتوں نے حاضر ہو کر عرض کیا، یا رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیک وسلم! آپ مردوں کو ہر وقت وعظ سناتے ہیں اور ہم محروم ہیں پس آپ نے فرمایا کہ تم فلاں مکان میں فلاں روز جمع ہو جاؤ تاکہ ہم تمھیں وعظ سنائیں۔

نیز اسی مشکوٰۃ شریف میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو تبلیغ کرنے کے لیے ہفتہ میں ایک دن مقرر کیا تھا۔

نیز چودہ سو سال سے تمام صحابہ، تابعین، ائمہ دین، علماء و صالحین

تمام دینی کاموں کے لیے وقت اور جگہ مقرر کرتے چلے آئے ہیں، کسی نے اس کو ناجائز و حرام نہیں کہا۔ دیکھو امام بخاری نے اپنی کتاب "بخاری شریف" کے تیس ۳۰ پارے مقرر کیے ہیں اور ہر مسئلہ کا ایک باب باندھا ہے اور لاکھوں مدارس اسلامیہ قائم کیے گئے۔ جن میں سبق پڑھانے کے وقت مقرر، استادوں اور طالب علموں کے بیٹھنے کی جگہ مخصوص، کلاس اور کتابیں مقرر۔ استادوں کی تنخواہ مقرر، طالبعلموں کی روٹیوں کا مقرر، ان کی چھٹیوں کا وقت مقرر۔

بھائی! تھوڑا سا غور کرو، تو مسئلہ بالکل واضح ہے کہ کوئی نیک کام کسی وقت یا جگہ کے مقرر کرنے سے ناجائز نہیں ہو جاتا۔

سوال (۴) آپ لوگ کھانا آگے رکھ کر اس پر ختم پڑھتے ہیں۔ جس کا قرآن و حدیث میں کوئی ثبوت نہیں؟

جواب: بھائی! دعویٰ بغیر دلیل کے باطل ہوتا ہے۔ تم مع اپنے اکابر کے کوئی آیت یا حدیث قوی نہیں بلکہ ضعیف ہی ایسی پیش کرو جس کا مطلب یہ ہو کہ کھانا سامنے رکھ کر اس پر کچھ پڑھنا ناجائز و حرام ہے اور اگر تم اور تمہارے بڑے ایسا نہ کرسکیں اور ہر گز نہیں کر سکتے تو بے دھڑک ایک جائز کام کو ناجائز و حرام کہنے سے توبہ کرو۔

اب سنو اپنے سوال کا جواب:۔ کھانا تو آگے ہی رکھ کر کھایا

جاتا ہے۔ رہا سوال ختم کا! تو جو ہم پڑھتے ہیں اس میں گھ بانی اور فضول کہانیاں نہیں ہوتیں۔ بلکہ خدا کا وہ نوری کلام ہوتا ہے۔ جس کا ایک حرف پڑھنے سے دس نیکیاں حاصل ہوتی ہیں اور جس کے پڑھنے سے نور پیدا ہوتا ہے اور جہاں پڑھا جائے۔ وہاں خدا کے نوری فرشتے سننے آتے ہیں اور خداوند کریم کا یہ فرمان بھی موجود ہے سورۃ مزمل رکوع ۲ میں۔

فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ	پس پڑھو جو کچھ آسان ہو قرآن سے۔

یعنی کھانے سے پہلے پڑھو یا بعد میں۔ کسی وقت یا جگہ کی قید نہیں نیز حدیث شریف میں آیا ہے بِسْمِ اللّٰهِ شریف پڑھ کر کھانا شروع کرو۔ یہ بھی تو ایک آیت قرآنی ہے۔ جس کو کھانا سامنے رکھ کر ہر مسلمان پڑھتا ہے تو جو کھانا ایک آیت پڑھنے سے حرام نہیں ہوتا اگر چند آیتیں پڑھی جائیں تو کس طرح حرام ہو سکتا ہے۔ اگر تمہارے پاس کوئی اس قسم کی دلیل ہو تو بیان کرو، ورنہ ضد سے باز آجاؤ۔

حدیث: از مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۳۸ (ترجمہ) جنگ تبوک کے دن لوگوں کو بھوک محسوس ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا کہ حضور آپ لوگوں کا بچا کھچا کھانا منگا کر اس پر دعائے برکت فرمائیں۔ چنانچہ حضور کے حکم سے ایک

چادر بچھائی گئی۔ جس پر لوگوں نے اپنے توشہ دانوں سے بچا کھچا آٹا۔ ستو اور کھجوریں وغیرہ لاکر ڈال دیں۔ اس کھانے کو سامنے رکھ کر حضورِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعاءِ برکت کی جس سے ثابت ہوا کہ کھانا سامنے رکھ کر دعاءِ برکت مانگنا جائز ہے۔

سوال نمبر ۵ جنابِ عالی! پوچھا تو ختم کے متعلق ہے اور آپ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کھانا سامنے رکھ کر دعا فرمانا بیان کر رہے ہیں؟

جواب:۔ بھائی! آپ کی سمجھ کا پھیر ہے، قرآن شریف پارہ ۲۷ سورۃ النجم میں ہے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰىٓ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

اور ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مرضی سے نہیں بولتے۔ بلکہ ان کا کلام وحی الٰہی ہوتا ہے۔

تو اس لحاظ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا بھی وحی الٰہی ہوئی۔ آگے تمھاری مرضی ہے۔ اس کا نام چاہے قرآن رکھو یا کوئی اور۔

سوال نمبر ۶ آپ لوگ جو ہر ماہ گیارھویں کرتے ہیں، اس کا کسی آیت یا حدیث میں بالکل ثبوت نہیں ہے؟ یہ تو آپ نے کھانے کمانے کا ڈھنگ بنا رکھا ہے۔ ویسے یہ بالکل ناجائز و حرام ہے۔

جواب: بھائی! اگر کوئی تم سے کہے کہ تمھارے پیدا ہونے اور

پاکستان میں رہنے اور قسم قسم کے کھانے استعمال کرنے اور رنگا رنگ لباس پہننے اور تمہارے باپ دادا کے ناموں اور ان کی نسلیں صحیح ہیں یا غلط اس کا بیان کسی آیت یا حدیث میں لکھا ہوا نہیں ملتا۔ اس لیے تم اور تمہارا یہ سارا بکھیڑا غلط اور حرام ہے۔ تو اس کو کیا جواب دو گے؟ کون سی آیت یا حدیث تمہیں یاد ہے، جسے پڑھ کر اس کی تسلی کرو گے؟

یہ تو تھا تمہارا الزامی جواب۔ اب سنو تحقیقی جواب، گیارھویں میں کیا ہوتا ہے؟ مسلمان اکٹھے ہو کر ذکر و اذکار کرتے ہیں، قرآن پڑھا جاتا ہے، حدیثیں بیان ہوتی ہیں، شیرینی تقسیم ہوتی ہے اور ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ قرآن شریف میں ہے۔

آیت (۱) اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝	جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مالوں کو راہِ خدا میں رات اور دن کو چھپا کر اور دکھا کر ان کے لیے اجر ہے، ان کے رب کے پاس، نہ انھیں کوئی خوف نہ غم۔

اس آیت سے رات میں صدقہ کرنا جائز ثابت ہوا۔

آیت ۲: وَمِمَّا — اور پرہیزگار وہ ہیں جو ہمارے

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ دیئے سے ہر وقت خواہ رات ہو یا دن خرچ کرتے رہتے ہیں

اس دوسری آیت سے بھی پتہ چلا کہ صدقہ کرنے کے لیے کوئی قید نہیں رات کو کریں یا دن کو، گیارھویں کو کریں یا بارھویں کو۔ کوئی آیت یا حدیث ایسی کوئی شخص نہیں دکھا سکتا۔ جس سے ثابت ہو کہ گیارھویں رات کو صدقہ دینا منع ہے۔ جب ایسا نہیں، تو جائز ہوا پکانا کھیر اور چاول اور گوشت وغیرہ کا واسطے صدقہ کرنے گیارھویں رات کو اور بانٹنا شرینی اور فروٹ وغیرہ کا۔ رہا جمع ہونا مسلمانوں کا اس رات میں، تو اس کے متعلق دیکھو مشکوٰۃ شریف، باب ذکر اللہ عزوجل۔ فرمایا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جو قوم قرآن شریف سیکھنے اور سکھانے نیز ذکر اللہ کرنے کے لیئے ایک جگہ جمع ہو کر بیٹھے، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے چین اور آرام اترتا ہے اور نوری فرشتے اس کے پاس صفیں بنا کر بیٹھ جاتے ہیں اور اس وقت تک بیٹھے رہتے ہیں جب تک کہ یہ قوم دعا مانگ کر فارغ نہ ہو تو اس حدیث شریف کے مطابق جو لوگ گیارھویں کی رات کو مجلس میں شریک ہوتے ہیں، خواہ وہ مرد ہوں یا عورتیں، چھوٹے ہوں یا بڑے، ان پر آرام اور تسلی اترتی ہے اور ان کی مجلس میں فرشتے ان کی دعا مانگنے تک شریک رہتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ جس مجلس میں اللہ کے نوری فرشتے شامل ہوں تو ان کی دعا ضرور قبول ہوگی اور ان کی جائز حاجتیں اللہ کے فضل سے پوری ہوں گی۔

سوال (۷) اکثر دیکھا گیا ہے کہ آپ کی گیارھویں وغیرہ کی محفلوں میں زیادہ تر بچے ہی ہوتے ہیں جو پھلڑیاں لینے کے لیے آجاتے ہیں؟

جواب حضرت سعدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاں سرد میٹھے پانی کا چشمہ ہوتا ہے، وہاں پہ خدا کی چھوٹی بڑی مخلوق خود بخود آجاتی ہے۔ بھائی! جہاں کسی کو کچھ فائدہ ہوتا ہے، وہ خود بخود اس جگہ پہنچتا ہے۔ بچوں سے محبت کرتا، ان میں شرینی اور میوہ جات تقسیم کرنا سنت رسول اللہ علیہ وسلم ہے دیکھو دارمی شریف ص ۲۶۵ جب کوئی نیا پھل تیار ہوتا تو لوگ پہلے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر کرتے اور آپ یوں دعا فرماتے کہ " اے اللہ! ہمارے شہر میں برکت کر اور ہمارے پھلوں میں برکت کر اور ہمارے صواع یعنی پیمانوں میں برکت ہی برکت کر دے" پھر آپ وہ پھل چھوٹے چھوٹے بچوں کو تقسیم فرما دیتے۔ معلوم ہوا کہ بچے آپ کی مجلس میں حاضر رہتے تھے۔ کیونکہ وہاں سے ان کو دین و دنیا کی نعمتیں حاصل ہوتی تھیں۔ ایسے ہی جو بچے

نیک مجلسوں میں شامل ہوتے ہیں۔ قرآن و حدیث بھی سنتے ہیں اور شیرینی وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔

سوال جناب تیجہ، ساتواں اور گیارھویں کے موقع پہ جو کھانا اور شیرینی وغیرہ تقسیم ہوتے ہیں ان پہ غیر اللہ کا نام لیا جاتا ہے جیسے فلاں میت کے تیجہ کا کھانا، پیر صاحب کی گیارھویں اور ہم نے اپنے مولویوں سے سنا ہے کہ قرآن شریف میں ہے کہ جس چیز پہ غیر اللہ کا نام لیا جائے وہ حرام ہو جاتی ہے اس لیے ہم ایسے کھانے کو حرام سمجھتے ہیں ؟

جواب: بھائی! اگر اس آیت کا وہی مطلب سمجھا جائے جو تمھارے بڑوں نے تمکو سمجھایا ہے تو پھر دین و دنیا میں بہت خرابیاں واقع ہونگی اور کوئی شخص بھی اس کی زد سے نہیں بچ سکتا۔ دیکھو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا یہ میری مسجد ہے یہ میرا منبر ہے اور فرمایا اے امت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور بہت جگہ ارشاد فرمایا کہ "میری امت" تو تمہیں چاہیئے بجائے "امت نبی" کے امت خدا کہلاؤ۔ نیز بخاری کی کتاب مسلم کی کتاب ابن ماجہ کی کتاب، ابن تیمیہ کی کتاب، محمد بن عبد الوہاب کی کتاب، ان کو پڑھنا تمھارے نزدیک کیسا۔ کیونکہ ان پہ غیر اللہ کا نام بولا جاتا ہے اس کے علاوہ جامعہ رشیدیہ، جامعہ محمدیہ، جامعہ اشرفیہ، مدرسہ اہل حدیث جامع وزیر خاں، مسجد شاہی، جامع مسجد فتحپوری ان کے متعلق کیا کہدگے دیگر: میرا بیٹا۔ تیری بیٹی، اس کی عورت، فلاں کا باپ فلاں کا غلام

ستار بخش کی گائے، شیر محمد کی بکری، اللہ دتہ کی بکری۔ علم دین کی زمین شریف محمد کا کارخانہ، غرضیکہ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جس پر غیر اللہ کا نام نہ بولا جاتا ہو تو اب تمھارے لیے بھی بڑی مشکل بنی کسی نے کہا ہے ع

"وہ اپنے دام میں صیاد پھنس گیا"

دوستو آؤ ہم تم کو آیت کا مطلب سمجھائیں، جس کو مفسرین نے بیان کیا ہے تمام تفسیروں میں لکھا ہے کہ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ کا مطلب یہ ہے کہ جس حلال جانور پر بوقت ذبح غیر اللہ کا نام لیا جائے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ آگے پیچھے کا کچھ اعتبار نہیں اب حدیث کی سیر کرو۔ مشکوٰۃ شریف، قربانی کے باب میں ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک مینڈھا ذبح کرنے کے لیے لٹا کر فرمایا اے اللہ اس کو میری طرف سے اور میری آل اور میری ساری زندہ اور فوت شدہ امت کی طرف سے قبول فرما" پھر اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا اس کو نہ تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ناجائز جانا اور نہ کسی صحابی نے اعتراض کیا۔

حدیث ۲ بخاری شریف پارہ نمبر ۱۱ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو گواہ کر کے اپنی والدہ کا نام لے کر اس کی طرف سے باغ صدقہ کیا اگر غیر اللہ کا نام لینا ناجائز ہوتا تو آپ ان کو منع فرما دیتے اور لوگوں کو حکم دیتے کہ اس باغ سے کوئی پھل نہ کھایا جائے، کیونکہ اس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہے۔ جب آپ نے ایسا نہیں فرمایا۔

تو تم کون ہو، جو ایسے کھانے کو جس پر کسی ولی یا مومن کا نام لیا جائے اس کو حرام کہتے ہیں۔

حدیث ۳: مشکوٰۃ شریف باب الصدقات حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کنواں کھدوا کر کہا کہ یہ کنواں سعدؓ کی فوت شدہ ماں کے لیے ہے اس میں سے سب صحابہ پانی پیتے رہے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا، نہ کسی صحابی کے دل میں اس قسم کا خیال آیا۔ کیا ان کو یہ آیت یاد نہ تھی؟

سوال ۹ آپ کے مولوی اور درویش اس انتظار میں رہتے ہیں کہ کب کوئی ہماری دعوت کرے کہ ہم خوب حلوہ مانڈے سے پیٹ بھریں۔ جمعرات اور گیارھویں کا تو خصوصاً خیال رکھتے ہیں؟

جواب: یہ بات سنیوں کو بدنام اور مسخری کرنے کے لیے آپ کے تمام چھوٹے بڑے ہر وقت کہتے رہتے ہیں۔ مگر آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ سورۃ حجرات رکوع ۲ کی پہلی آیت میں ہے "اے مسلمانوں ایک قوم دوسری قوم سے مسخری نہ کرے کیا پتہ کہ وہ تم سے بہتر ہو۔"

اور بخاری کی حدیث ہے کہ "مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان سلامت رہیں چونکہ ہم نے تہیہ کیا ہے کہ جتنے سوالات ختم کے بارے میں آپ کی طرف سے ہوں ان کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دیا جائے، لہٰذا بغور سنیئے۔

بخاری شریف پارہ ۴ صفحہ ۴۹ ۵

عَنْ سَهْلٍ قَالَ كَانَتْ فِينَا امْرَأَةٌ تَجْعَلُ عَلَى أَرْبَعَاءَ فِي مَزْرَعَةٍ لَهَا سِلْقًا فَكَانَتْ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْجُمُعَةِ تَنْزِعُ أُصُولَ السِّلْقِ فَتَجْعَلُهُ فِي قِدْرٍ ثُمَّ تَجْعَلُ عَلَيْهِ قَبْضَةً مِّنْ شَعِيرٍ تَطْحَنُهَا فَتَكُونُ أُصُولُ السِّلْقِ عَرْقَهُ وَكُنَّا نَنْصَرِفُ مِنَ الصَّلٰوةِ الْجُمُعَةِ فَنُسَلِّمُ عَلَيْهَا فَتُقَرِّبُ ذَالِكَ الطَّعَامَ إِلَيْنَا فَنَلْعَقُهُ وَكُنَّا نَتَمَنّٰى يَوْمَ الْجُمُعَةِ لِطَعَامِهَا ذَالِكَ۔

سہل بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم میں ایک عورت تھی جو اپنے کھیت میں نہر کے کنارے چقندر بویا کرتی تھی۔ جب جمعہ کا دن آتا تو چقندر کی جڑوں کو اکھاڑتی، انہیں ہانڈی میں پکاتی پھر جَو کا آٹا پیس کر اس ہانڈی میں ڈالتی تو چقندر کی جڑیں گویا اس کی بوٹیاں ہو جاتیں اور ہم جمعہ کی نماز سے فارغ ہوتے تو اس کے پاس آکر اُسے سلام کرتے وہ کھانا لاکر ہمارے پاس رکھدیتی اور ہم اسے چاٹتے تھے اور ہم لوگوں کو اس کے اس کھانے کے سبب سے جمعہ کے دن کی تمنا ہوتی تھی۔

اس سے ثابت ہوا کہ نیک لوگوں کی دعوت کرنا اور اس کے لیے دن تاریخ مقرر کرنا اور دعوت کھانے والوں کا اس دن انتظار کرنا، یہ تینوں باتیں سُنّتِ صحابہ ہیں اور ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ صحابہ کی اتباع ہم پر لازم ہے یہ سوال آپکا انتہائی اہم تھا جس کا اللہ جل شانہٗ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضل سے دندان شکن جواب عرض کر دیا گیا اب تک مجھے جس قدر سوالات آپکی طرف سے پہنچے ہیں ان کو مع جوابات نقل کر دیا ہے اگر آئندہ کوئی سوال ختم شریف کے بارے میں مجھ تک پہنچا تو انشاء اللہ تعالیٰ دوسرے ایڈیشن میں اس کا جواب عرض کروں گا۔

دسواں باب

صلوٰۃ وسلام کے بیان میں!

سوال: ہم اہل سنت اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہ پڑھتے ہیں نیز کھڑے ہوکر سلام پڑھتے ہیں، مگر بعض لوگ اس سے روکتے ہیں اور اس کے پڑھنے والوں کو مشرک ومخالف قرآن وحدیث کہتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ حدیث شریف کی رو سے اس کا پڑھنا بالکل ناجائز ہے۔

جواب بے شک صلوٰۃ وسلام کا پڑھنا درست ہے اور مطابق قرآن وحدیث ہے اور اولیاء وعلماء امت کا اس پر عمل رہا ہے۔

مخالفین کے پاس کوئی آیت یا حدیث، خواہ وہ صحاح ستّہ کے علاوہ کسی اور کتاب میں ہو، ایسی نہیں جس سے اسکا پڑھنا ناجائز و شرک ثابت ہو سکے۔ ہاں اگر کوئی حدیث ایسی دکھادے۔ جس کا ترجمہ یہ ہو کہ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ مت پڑھو کہ اس کا پڑھنا ناجائز ہے تو ہم ایک سو روپیہ انعام دیں گے۔ اگر نہ دکھا سکے اور ہرگز نہ دکھا سکے گا تو مخالفین کو چاہیئے کہ مسلمانوں کو صلاۃ و سلام سے روک کر خدا کا قہر اپنے ذمہ نہ لیں۔ اب ہم کچھ دلائل نقل کرتے ہیں

آیت: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے

يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ط يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ○

صلوٰۃ پڑھتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی ان پر خوب متوجہ ہو کر صلاۃ وسلام عرض کرو۔

خلاصہ

اس آیت کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو مسلمان جس وقت میں ہو جس جگہ ہو، بیٹھا ہو یا کھڑا ہو، اکیلا ہو یا جماعت دور ہو یا نزدیک، ہر حال میں اپنے غیب جاننے والے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار دُربار میں صلوٰۃ وسلام کا ہدیہ پیش کرے۔

اس آیت میں صلوٰۃ وسلام کو علیحدہ بیان کیا گیا ہے، چونکہ اللہ تعالیٰ کو معلوم تھا کہ صلوٰۃ وسلام صرف مسلمان ہی پڑھیں گے، اور اس کے مخالفین بھی دنیا میں پیدا ہوں گے۔ اس لیے اس نے اپنے مومن بندوں کو تاکید فرمائی کہ کسی کا علم یا اس کی صورت یا لباس ہو لو یا نہ دیکھ کر اس کے کہنے میں نہ آجانا بلکہ میرے حکم کو سامنے رکھتے ہوئے ہر وقت اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر صلوٰۃ وسلام پڑھتے رہنا۔ اس آیت سے صلوٰۃ وسلام دونوں کا پڑھنا ثابت ہوا۔ اب دیکھو حدیث شریف۔

عَنْ اَبِیْ طَلْحَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَآءَ ذَاتَ يَوْمٍ وَّالْبِشْرُ فِیْ وَجْهِهٖ فَقَالَ اِنَّهٗ جَآءَنِیْ جِبْرِيْلُ فَقَالَ اِنَّ رَبَّكَ يَقُوْلُ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے

اَمَا يُرْضِيكَ يَا مُحَمَّدُ اَنْ لَا يُصَلِّيَ عَلَيْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا صَلَّيْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا وَلَا يُسَلِّمُ عَلَيْكَ اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِكَ اِلَّا سَلَّمْتُ عَلَيْهِ عَشْرًا رواہ النسائی والدارمی

کہ آپ کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار تھے فرمایا کہ آج میرے پاس جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا کہ یا رسول اللہ آپ کا رب فرماتا ہے کہ کیا آپ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپ کا امتی آپ پر ایک دفعہ الصلوٰۃ والسلام علیک پڑھے میں اس پر دس بار پڑھوں۔ روایت کیا اس حدیث کو نسائی اور دارمی نے دعوت الکبیر میں اس حدیث سے صلوٰۃ وسلام کا پڑھنا اور فضیلت ثابت ہوئی **حدیث ۲** ابن ماجہ باب المسجد میں ہے۔

اِذَا دَخَلَ اَحَدُكُمْ فِي الْمَسْجِدِ فَلْيُسَلِّمْ عَلَى النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم

جس وقت داخل ہو تم میں سے کوئی مسجد میں، پس چاہئے کہ سلام پڑھے وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر

اس حدیث میں آپ نے اپنے مسلمان امتیوں کو حکم دیا کہ تم جس ملک میں، جس مسجد میں ہو، جس وقت بھی داخل ہو تو پہلے ہم پر سلام پڑھو پھر وہ دعا جو مشہور ہے تو اس سے مسجدوں میں کھڑے ہو کر سلام پڑھنا ثابت ہوا۔ ایسے ہی مسجدوں سے نکلتے وقت بھی سلام پڑھنے کا حکم ہے دیکھو ابن ماجہ شریف یہی باب۔

سوال (۲) جو لفظ اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ آپ پڑھتے ہیں۔ وہ قرآن وحدیث میں مذکور نہیں اس لیے ان کا پڑھنا ناجائز ہے

جواب: ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ تمھارے پاس ان لفظوں کے ناجائز ہونے پر کوئی حدیث ہے تو پیش کرو۔ ورنہ ضد سے باز آؤ۔ آپ دین ودنیا کے لاکھوں کام ایسے کرتے ہیں اور کروڑوں قسم کی چیزوں کا استعمال کرتے ہیں۔ جن کا ثبوت قرآن وحدیث میں بالکل نہیں ملتا۔

دیکھو مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۵ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم کو حکم دیا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہ جب تم میں سے کوئی تشہد (قعدہ) میں بیٹھے، تو اس میں یہ بھی کہا کرو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ یعنی سلام ہو آپ پر اے غیب جاننے والے آقا صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آخر تک۔ روایت کیا اس حدیث کو مسلم وبخاری نے۔

سوال ۳ اس حدیث سے تو اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ ثابت ہوتا ہے۔ مگر آپ دوسری طرح پڑھتے ہیں، جو شروع باب میں لکھا ہے۔

جواب: ہم نے اوپر ایک آیت اور نسائی شریف کی ایک حدیث لکھی ہے، جس سے صلوٰۃ وسلام کا پڑھنا اور اَلصَّلٰوۃ

وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہ روزِ روشن کی طرح ثابت ہو رہے ہیں۔ پھر بھی اگر آپ کو لفظوں ہی سے چڑ ہے تو جب ہم صلوٰۃ وسلام پڑھا کریں تو آپ یہی لفظ السَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ ہمارے ساتھ پڑھنا شروع کر دیا کریں۔ ہمیں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

سوال: حضور صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو چکے ہیں نیز اگر آپ کو آپ کی قبر شریف میں زندہ مان بھی لیا جائے تو اتنی دور سے آپ کا صلوٰۃ وسلام کس طرح سن لیتے ہیں۔

جواب: ہم اس عقیدہ سے آپ پر سلام پڑھتے ہیں کہ آپ تمام پڑھنے والوں کا سلام خود سنتے ہیں اور جواب بھی عطا فرماتے ہیں (دیکھو مشکوٰۃ شریف صفحہ ۸۶)

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِيْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ رَوَاهُ. ابو داؤد و بیہقی فی الدعوت الکبیر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا غیب جاننے والے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کوئی جو سلام پڑھے مجھ پر مگر پھیر دیتا ہے اللہ مجھ پر میری روح پاک یہاں تک کہ پھیرتا ہوں میں سلام اس کا روایت کیا اس حدیث کو ابو داؤد اور بیہقی میں دعوت الکبیر میں۔

خلاصہ اس حدیث کا یہ ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میرا جو غلام جس ملک اور جس جگہ جس وقت میں سلام عرض کرے میں اس کو سنتا اور جواب دیتا ہوں۔ کیوں جناب! اب بھی تسلی ہوئی یا نہیں۔

سوال ۵: آپ جو صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں اس میں آل کا ذکر نہیں اور حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ جبتک میری آل پر درود نہ پڑھا جائے مقبول نہیں ہوتا۔

جواب: آپ نے کسی ناواقف آدمی کو پڑھتے سنا ہوگا۔ ہم جو درود پڑھتے ہیں اس کو اس باب کے شروع میں دیکھو۔

گیارھواں باب

اذان میں انگھوٹھے چومنے کے بیان میں

سوال[۱] اہل سنّت اذان میں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر لگاتے ہیں۔ مگر بعض لوگ اس کو بدعت کہتے ہیں؟

جواب: لفظ بدعت تو ان کی گھٹی میں ان کو دیا گیا ہے جس کو وہ اندھا دھند کہے جاتے ہیں۔ بے خبری میں اپنے گھر کی بھی خبر نہیں لیتے۔ اگر بدعت کے وہ ہی معنی سمجھے جائیں جو وہ سمجھتے ہیں تو خود وہ ہزاروں قسم کی نئی طرز کے کھانے کھا کر اور شربت پی کر اور کپڑے پہن کر۔ نیز دنیاوی اور دینی درس گاہوں میں کتابیں پڑھ کر اور وقت کی پابندی کر کے لاکھوں قسم کی بدعتوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ خدارا کسی باخبر عالم کے پاس بیٹھ کر سمجھ حاصل کرو۔

اب سنو! انگوٹھے چومنے کے متعلق حدیث مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الصّلوٰۃ مسعودی، جلد دوم باب بیس تفسیر روح البیان، شامی، کنز العباد، کتاب الفردوس، فتاویٰ صوفیا تفسیر جلالین، مقاصد حسنہ آٹھ کتابوں میں یہ حدیث موجود ہے

رُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ قَالَ مَنْ سَمِعَ اِسْمِیْ فِی الْاَذَانِ وَوَضَعَ اِبْھَامَیْہِ عَلٰی عَیْنَیْہِ فَاَنَا طَالِبُہٗ فِیْ صُفُوْفِ الْقِیٰمَۃِ وَ قَائِدُہٗ اِلَی الْجَنَّۃِ ۝	حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہمارا نام اذان میں سُننے اور اپنے انگوٹھے آنکھوں پر رکھے تو ہم اس کو قیامت کی صفوں میں تلاش فرمائیں گے اور اس کو اپنے پیچھے پیچھے جنت میں لے جائیں گے۔

سوال۲: یہ حدیث تو ضعیف ہے جو بالکل ماننے کے قابل ہی نہیں

جواب: اس حدیث پر ہی موقوف نہیں۔ بلکہ جو حدیث شریف بھی اہل سُنّت پیش کریں گے۔ وہ ہی آپ کے نزدیک ضعیف اور ناقابل عمل ہوتی ہے۔ مگر یاد رکھو کہ حدیث شریف نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام پاک کو کہتے ہیں۔ جیسا آدمی ویسا اس کا کلام، جاہل کا کلام جاہلانہ، بیوقوف کا کلام احمقانہ، عاقلوں کا کلام، عاقلانہ، عالموں کا کلام عالمانہ، فاضلوں کا کلام فاضلانہ اور بادشاہوں کا سارا کلام سب کلاموں کا بادشاہ ہوتا ہے۔

جس محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق قرآنی ارشاد ہو کہ وہ بغیر مرضیٔ خدا بولتے ہی نہیں، تمام جہانوں کے علماء و فضلاء

اور بادشاہ آپ کے کلام کے سامنے عاجز ہو کر رہ گئے ہیں اور ان کو کہنا پڑا ۔

شعر

جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نقطہ وروں سے حل نہ ہوا

وہ راز کملی والے نے سمجھا دیا چند اشاروں میں

جہاں تک حدیث پاک کا تعلق ہے کوئی حدیث ضعیف نہیں ہو سکتی اور نہ ایسا کہنا جائز ہے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ دو حدیثیں سامنے ہوں جن میں ایک کے راوی پکے ہوں اور دوسری جس کا مضمون اس کے مطابق بھی نہ ہو اور اس کے راوی تمام یا کچھ ضعیف ہوں تو اس وقت پہلی قسم کی حدیث پر عمل کیا جائے گا۔ مگر ضعیف راویوں والی حدیث کے لفظوں کا احترام اور عزت بھی اتنی ہی کرنی ہوگی، جتنی پکے راویوں کی حدیث کی۔ صرف یہ کہا جائے گا کہ جس حدیث کو ہم نے عملاً چھوڑا ہے اس کے راوی ضعیف ہیں اور صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے اس لیے ہم نے اسے ترک کیا ہے۔ اگر اوپر لکھی ہوئی دونوں قسموں کی حدیثوں کے مطلب میں مطابقت پائی جائے تو ہر دو قسم کی حدیثوں پر عمل کرتا ہو گا۔ اگر کوئی شخص نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی کسی حدیث پاک کے الفاظ کو حقارت سے ضعیف کہے تو بے ایمان اور گمراہ ہے۔

اب ہم اصل مسئلہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں جو حدیث پاک ہم نے انگوٹھے چومنے کے ثبوت میں نقل کی ہے بے شک اس کے راوی ضعیف ہیں۔ مگر آپ کوئی ایسی مرفوع حدیث جس کے سارے راوی پکے ہوں اور اس ہماری پیش کردہ حدیث کے خلاف بھی ہو، یعنی اس میں انگوٹھے چومنے سے منع کیا ہو، پیش کریں تو ہم آپ کو ایک سو روپیہ انعام کے طور پر پیش کریں گے اور انگوٹھے چومنے بھی چھوڑ دیں گے۔ مگر آپ ایسا نہیں کر سکتے۔

بفضلہ تعالیٰ ہم غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گیارھویں ماننے والے ہیں۔ اس لیے اپنے اس رسالہ کو گیارہ بابوں پر ختم کرتے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ لکھنے اور پڑھنے اور اس کی طبع میں اعانت کرنے والوں سب کو دین و دنیا کی نعمتوں سے مالا مال فرمائے اور اس رسالہ کو مقبولِ خاص و عام کرے اور میرے گناہوں کی معافی کا وسیلہ بنائے۔

آمین۔ بجاہِ نبیک سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

غلامانِ غلام قبلہ ثانی لا ثانی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مہر)

حافظ خوشی محمد نیکے نقشبندی مجددی

مختصراً

زیرِ نظر جامع ترین مختصر کتاب "آئینہ صداقت" مخدومی استاذی المکرم حضرت علامہ الحافظ القاری خوشی محمد صاحب نقشبندی دامت فیوضہم کے تبحرِ علمی کا ایک عظیم شاہکار ہے اور اس کے مطالعہ کے بعد قاری پر مذہب حقہ اہل سُنّت و جماعت کی حقانیت و برہانیت قرآن و حدیث کی روشنی میں روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔

کافی عرصہ قبل منظرِ عام پر آنے کے بعد یہ کتاب نایاب ہو گئی تھی۔ اب قبلہ استاذی المکرم کے حسبِ ارشاد یہ دوبارہ چھپ کر آپکے ہاتھوں کی زینت بنی ہے۔

احقر نے حتیٰ المقدور سعی کی ہے کہ یہ کتاب اغلاط سے مُبرّا ہو مگر خاصۂ بشریت اس میں غلطی رہ جانے کے امکان کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا قارئین کرام سے گذارش ہے کہ دورانِ مطالعہ جہاں کہیں بھی غلطی پائیں۔ فوراً ہمیں مطلع کریں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اسکی مزید اصلاح کی جا سکے۔

خاکپائے قبلہ استاذی المکرم

الحافظ مُحمّد آصف علی سیال

۴ نیو ٹاؤن (کھاڑک) ملتان روڈ لاہور

سلام بدرگاہِ خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

از اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنت مولانا الشاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہٗ

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام

مہرِ چرخِ نبوت پہ روشن درود — گلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام

شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم — نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام

شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود — نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود — فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

نورِ عینِ لطافت پہ الطف درود — زیب و زینِ نظافت پہ لاکھوں سلام

نقطۂ سرِّ وحدت پہ یکتا درود — مرکزِ دورِ کثرت پہ لاکھوں سلام

صاحبِ رجعتِ شمس و شق القمر — نائبِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام

عرش تا فرش ہے جس کے زیرِ نگیں — اس کی قاہر سیادت پہ لاکھوں سلام

ماہِ لاہوتِ خلوت پہ لاکھوں درود — شاہِ ناسوتِ جلوت پہ لاکھوں سلام

پرتو اسمِ ذاتِ احد پہ درود — مقطعِ ہر سیادت پہ لاکھوں سلام

خلق کے داد رس سب کے فریاد رس — کہفِ روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے بےکس کی دولت پہ لاکھوں درود — مجھ سے بےبس کی قوت پہ لاکھوں سلام

شمعِ بزمِ دنیٰ ہو میں گم کُن انا — شرحِ متنِ ہویت پہ لاکھوں سلام

رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود
حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

فرحتِ جانِ مومن پہ بے حد درود
غیظِ قلبِ ضلالت پہ لاکھوں سلام

مصدرِ مظہریت پہ اظہر درود
مظہرِ مصدریت پہ لاکھوں سلام

جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں
اس گُلِ پاک منبت پہ لاکھوں سلام

قدِ بے سایہ کے سایۂ رحمت
ظلِ ممدودِ رافت پہ لاکھوں سلام

طائرانِ قدس جس کی ہیں قمریاں
اُس سہی سروِ قامت پہ لاکھوں سلام

وصف جس کا ہے آئینہ حق نما
اس خدا ساز طلعت پہ لاکھوں سلام

جسکے آگے سرِ سروراں خم رہیں!
اس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام

وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا
لکۂ ابرِ رافت پہ لاکھوں سلام

لختِ لختِ دل ہر جگر چاک سے
شانہ کرنے کی حالت پہ لاکھوں سلام

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

چشمۂ مہر میں موجِ نورِ جلال
اُس رگِ ہاشمیت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا
اس جبینِ سعادت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

چاند سے مونھ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

پتلی پتلی گلِ قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام